اللہ
رسول
محمد ﷺ

ماہنامہ المرشد لاہور

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

مئی
2002ء

بالآخر باطل کو تباہ ہونا ہے، آنے والے آثار غزوۃ الہند کے ہیں

امیر محمد اکرم اعوان

اسرار التنزیل

اسرار التنزیل یہ ایک قرآنِ کریم کی تفسیر کا نام ہے۔ اسے ایک ایسی شخصیت نے تحریر فرمایا ہے جن کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ ہیں مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی اور جنہیں اللہ ربّ العزت نے اپنی بے پناہ رحمتوں اور برکتوں سے نوازا ہے اور بارگاہِ نبوی ﷺ کی خاص حضوری نصیب کی ہے۔ اللہ ربّ العزت نے آپ کو قرآنِ کریم کے وہ مفاہیم و مطالب نصیب کئے ہیں جو کہ آپ ہی کا خاصہ ہیں اور یہ اتنا گراں قدر خزانہ انہوں نے عوام الناس کے لئے اپنی شب و روز کی محنت کے ساتھ انتہائی سادہ اور سلیس انداز میں قلمبند کر دیا ہے۔

اس لئے ہر اس شخص کے لئے جو چاہتا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کو اُس انداز سے سمجھے کہ جیسے اللہ کریم خود اُس سے مخاطب ہوں تو وہ اپنی پہلی فرصت میں قرآنِ کریم کی اس تفسیر کا مطالعہ شروع کرے اور پھر دیکھے کہ قرآنِ کریم کو سمجھنا کتنا آسان ہے جیسا کہ اللہ کریم نے خود ارشاد فرما دیا ہے کہ ہم نے سمجھنے والوں کے لئے اس (قرآن) کو آسان کر دیا ہے۔

تفسیر اردو اور انگریزی تراجم میں مندرجہ ذیل قیمتوں میں دستیاب ہے۔

اسرار التنزیل مجلدِ خاص

-1	جلدِ اوّل	250/-	-6	جلدِ ششم	200/-
-2	جلدِ دوئم	200/-	-7	جلدِ ہفتم	150/-
-3	جلدِ سوئم	150/-	-8	جلدِ ہشتم	150/-
-4	جلدِ چہارم	150/-	-9	جلدِ نہم	180/-
-5	جلدِ پنجم	150/-	-10	جلدِ دہم	200/-

اسرار التنزیل مجلدِ عام

-1	جلدِ اوّل	200/-	-6	جلدِ ششم	150/-
-2	جلدِ دوئم	150/-	-7	جلدِ ہفتم	120/-
3	جلدِ سوئم	120/-	-8	جلدِ ہشتم	120/-
-4	جلدِ چہارم	200/-	-9	جلدِ نہم	150/-
-5	جلدِ پنجم	120/-	-10	جلدِ دہم	150/-

اسرار التنزیل (انگریزی) زیرِ طبع ہے۔ پانچ جلدوں میں
فی جلد -/300 روپے

ملنے کا پتہ

اویسیہ کتب خانہ

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور فون: 5182727

AWAISIA SOCIETY

College Road, Township Lahore - Ph: 5182727

ماہنامہ المُرشد لاہور

مئی 2002ء (صفر/ربیع الاول 1423ھ)

جلد نمبر 23 ✱ شمارہ نمبر 10

مدیر ——— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

الطاف قادر گھمن، اعجاز احمد اعجاز، سرفراز حسین

سرکولیشن مینیجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹرڈیزائننگ ، کمپوزنگ عبدالحمید

قیمت فی شمارہ 25 روپے

CPL No. 3

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ناظم اعلیٰ: کرنل (ر) مطلوب حسین نشرواشاعت: چودھری غلام سرور

اس شمارے میں

-1	اداریہ.........غزوۃ الہند کے آثار	محمد اسلم	3
-2	ہم سب منافق ہیں	امیر محمد اکرم اعوان	4
-3	گوہر مراد	اقتباس حیات طیبہ	12
-4	واقعہ کربلا (خطاب اول)	امیر محمد اکرم اعوان	20
-5	بحران بڑھتا جائے گا	غیاث الدین جانباز	28
-6	واقعہ کربلا (خطاب دوم)	امیر محمد اکرم اعوان	29
-7	نوکری	ہارون رشید	35
-8	امیر محمد اکرم اعوان کے بیانات (اخبارات کی روشنی میں)	تراشے	37
-9	چودہ طبق دلے دے اندر	امیر محمد اکرم اعوان	39
-10	من الظلمٰت الی النور	ڈاکٹر شعیب قیوم	49
-11	شہادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	امیر محمد اکرم اعوان	52
-12	اقتباس از ارشاد السالکین	اقتباس	58
-13	طب نبوی ﷺ	ڈاکٹر خالد غزنوی	61
-14	مراسلات	قارئین	64

ناشر - پروفیسر عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس - لاہور 042-6314365

بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات
پاکستان	200 روپے	3000 روپے
بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	700 روپے	8000 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال	750 ریال
برطانیہ - یورپ	30 اسٹرلنگ پاؤنڈ	150 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد، اے-ٹی-ایم-بلڈنگ پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد - فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org E.Mail : urwajan@yahoo.com

ہیڈ آفس = ماہنامہ المُرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور - فون 042-5182727

صقارہ اکیڈمی منارہ - ضلع چکوال

داخلہ جماعت ہشتم سیشن 2002ء

صقارہ اکیڈمی کی چند خصوصیات

1- راولپنڈی بورڈ سے منظور شدہ والحاق شدہ۔

2- مروّجہ نصاب کے علاوہ دینی تعلیم سے آراستہ تعلیم وتربیت۔

3- قومی ایوارڈ یافتہ قاری کے زیرنگرانی تجوید وناظرہ قرآن کریم کا بندوست۔

4- پچھلے تیرہ سال سے راولپنڈی بورڈ میں متواتر سو فیصد نتائج کا حامل منفرد ادارہ۔

5- بورڈ کی پہلی تین پوزیشنوں میں دس سال متواتر پوزیشن لینے کا اعزاز۔

6- اعلیٰ تعلیمی معیار کے اعتراف میں ''نیشنل ایوارڈ'' کا اعزاز۔

7- اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تجربہ کار اساتذہ۔

8- روحانی اور جسمانی تربیت کا خصوصی انتظام۔

9- فوجی خطوط پر استوار نظم وضبط۔

10- مارشل آرٹس اور کھیلوں کی لازمی تعلیم۔

11- کمپیوٹر ٹریننگ کی سہولت۔

12- ہاسٹل کی سہولت۔

نوٹ

1- رات کے قیام کے لئے 5 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت کے مطابق بستر ہمراہ ہو۔

2- ''المرشد'' کے قارئین سے گزارش ہے کہ اس اشتہار کو فوٹوسٹیٹ کر کے زیادہ سے زیادہ مشتہر کریں۔

اداریہ

غزوۃ الہند کے آثار

آپ گلی کے کسی کونے پر لگے مجمع کی بات سن لیں، دانشوروں کی کسی محفل میں بیٹھ جائیں، طالب علموں کے گروہ کے قریب چلے جائیں، کسی ہوٹل یا چائے کے کھوکھے پر بیٹھے لوگوں کی گفتگو سن لیں .... ہر جگہ پر دنیا بھر میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا ذکر ضرور ہوتا ہے۔ کہیں کشمیر میں مسلمانوں کے قتل عام کا تذکرہ ملے گا تو کہیں فلسطین پر اسرائیلی فوجوں کی یلغار پر بحث ہوتی سنائی دے گی۔ کوئی افغانستان میں مسلمانوں کی بے بسی کی بات کرتا ہے تو کوئی مقروض مسلم ممالک کی حالت زار کا رونا روتا ہے غرضیکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ناامیدی اور مایوسی نے مسلمانوں کے گرد گھیرا ڈال لیا ہے۔

ہمارا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ ہم نے ظلم کے خلاف جو جہاد کرنا چھوڑ دیا ہے اور کہیں بھی ظلم ہوتا دیکھیں تو اس پر خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں حالانکہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں رہا۔ اسلام تو جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کو بہترین جہاد قرار دیتا ہے لیکن دیکھا جائے تو مسلمانوں نے اپنے اوصاف اور اقدار کو کھو دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا بھر میں مسلمانوں کو ظلم برداشت کرنا پڑ رہا ہے اور مسلمان حکومتیں بھی اس ظلم کو روکنے کے لئے کوئی قدم اٹھانے کی جرات نہیں کر رہیں شاید یہی وجہ ہے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد مایوس دکھائی دیتی ہے اور مسلمانوں کی اس مایوسی کو دیکھ کر یہ خیال کیا جانے لگا ہے کہ کہیں دنیا پر کفر کا غلبہ نہ ہو جائے۔

ایسے میں تنظیم الاخوان کے امیر مولانا محمد اکرم اعوان کی باتیں مایوس لوگوں کے لئے امید کی کرن دکھائی دیتی ہیں۔ انہوں نے گزشتہ ماہ اپنے خطاب میں فرمایا کہ ''دنیا کا کفر متحد ہو رہا ہے۔ مسلمان جو بے عمل ہیں اور بے دین ہیں وہ ان کا ساتھ دے رہے ہیں لیکن یہ جو آپ کو بے وقوف نظر آتے ہیں ناں، یہ جو بھوکے ننگے، یہ سوکھی لکڑیاں ہیں ان سوکھی لکڑیوں سے ہی شعلہ بھڑکے گا اور انشاء اللہ سارے کفر کو بھسم کر دے گا۔'' امیر محمد اکرم اعوان نے مزید فرمایا کہ ''اب بات مقابلے پر آ گئی ہے کہ دنیا کا کفر ایک طرف ہے، نفاق اس کے ساتھ ہے اور ایمان دوسری طرف ہے۔ ایک طرف شیطان کی ظلمت ہے دوسری طرف اللہ کا نور ہے۔ انشاء اللہ یہ مقابلہ ہوگا، یہ ٹکراؤ ہوگا جو پورے برصغیر تک پھیلے گا اور یہ فیصلہ ہو چکا کہ حق ہی غالب آئے گا۔ باطل کو تباہ ہونا ہے اور آنے والے آثار غزوۃ الہند کے ہیں اور اس بارے میں نبی کریم ﷺ نے تفصیلاً بتا دیا ہے۔ جہاد ہوگا، بے شمار لوگ شہید بھی ہوں گے، بے شمار کفار تباہ ہوں گے۔''

امیر محمد اکرم اعوان نے اپنے خطاب میں جہاں حالات کی نشاندہی کی ہے وہاں اس کے لئے تیاری کا واضح طریقہ متعین کرتے ہوئے بتایا کہ ہم اپنے یقین کی اصلاح کر لیں، یہ اصلاح اللہ کے ذکر سے ہوگی، اللہ کی کتاب کی تلاوت سے ہوگی، اللہ کے دین کو سیکھنے اور دین داروں کے پاس بیٹھنے سے ہوگی اور زندگی کے تمام معاملات کو اسلام کے مطابق ڈھالنے سے ہوگی۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مایوسی چھوڑ کر یقین اور ایمان کے ساتھ اپنی اصلاح پر توجہ دیں کیونکہ جب تک ہمارا ایمان پختہ نہیں ہوگا ہم ڈٹ کر ظلم کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

ہم سب منافق ہیں

اسلام عقیدے، ایمان اور عمل کا نام ہے۔اب اگر ہم کہتے رہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن سود بھی کھاتے رہیں تو قرآن تو کہتا ہے کہ اگر سود کھانا نہیں چھوڑو گے تو تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے اللہ کا اور اس کے رسول کا۔

چھپن مسلمان ریاستوں میں سے کوئی ایک ریاست ایسی نہیں ہے جس میں سود نہ ہو اور جو ایک بنی شروع ہوئی تھی اس پر ساری دنیا کے کافر اکٹھے ہو کر ٹوٹ پڑے بلکہ صالح، نیک، لبرل اور ماڈرن مسلمانوں نے بھی کافروں کا ساتھ دیا۔ جہاں کہیں اللہ کا نام بلند ہو ہم اسے مٹانے کے لئے متحد ہو جائیں کیا یہ مسلمانی ہے۔آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس حال میں ہم رحمت کے مستحق ہیں۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 12-04-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ وَاِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ o

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ" وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ" o

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِیْرُ o

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ o

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِیْبِكَ مَنْ ذَانَتْ بِهِ الْعُصُرُوْا۔

یہ نویں پارے کی سورۃ انفال کی آیات مبارکہ ہیں۔

حق و باطل کی آویزش ابتدائے آفرینش سے ہے اور قیام قیامت تک جاری رہے گی۔ شیطان کے گمراہ ہونے سے لے کر دنیا کے فنا ہونے تک یہ مقابلہ جاری رہے گا۔ مقابلے میں سب سے زیادہ خطرہ یا ڈر یا خوف جو ہوتا ہے وہ نتائج کا ہوتا ہے۔ کہ ہم مقابلہ تو کر رہے ہیں، نتیجہ کس کے حق میں جائے گا۔

یہ جو حق و باطل کا مقابلہ ہے اس کے نتیجہ کا رب العلمین نے پہلے سے اعلان کر رکھا ہے کہ حق غالب ہوگا اور باطل کا مقدر تباہ ہونا ہے۔ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا o نتیجہ بھی سامنے آ گیا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جن حالات میں اور جس زمانے میں ہم جی رہے ہیں۔ اس زمانے میں مسلمانوں کی تعداد شاید گزشتہ چودہ صدیوں سے سب سے زیادہ ہے۔ آج کل کی جو آبادی کا شمار ہے، دنیا کی آبادی لگ بھگ 600 کروڑ یا چھ ارب کے لگ بھگ شمار ہوتی ہے جس میں سے تقریباً 200 کروڑ یا دو ارب وہ لوگ ہیں جو خود کو مسلمان کہلواتے ہیں۔ جو کلمہ پڑھتے ہیں، نماز کے قائل ہیں جو مسلمان ہیں اور باقی چھوٹے چھوٹے مذاہب کو چھوڑ کر معروف مذاہب جو ہیں یا جن کے ماننے والے بڑی تعداد میں ہیں وہ ایک سو اکیس اقوام بنتی ہیں۔ چار ارب یا چار سو کروڑ میں دنیا کی 121 اقوام شامل ہیں۔ عیسائی پراپیگنڈہ کرنے کے لئے کہتے رہتے ہیں کہ دنیا میں عیسائیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے لیکن یہ جھوٹ ہے۔ ہاں باقی دوسرے فرقوں کی بہ نسبت ہو سکتا ہے کہ عیسائیوں کی تعداد زیادہ ہو۔ ہندوؤں سے زیادہ ہو، یہودیوں سے زیادہ ہے یا دوسرے چھوٹے چھوٹے مذاہب سے ان کی تعداد زیادہ ہے لیکن مسلمانوں سے زیادہ نہیں ہے۔

اگر مال و دولت کو دیکھا جائے تو دنیا کے 80 فیصد ذرائع اور وسائل جو زندگی کے ہیں وہ مسلمانوں کے پاس ہیں۔ یعنی دنیا کی سب

سے زیادہ دولتمند قوم مسلمان ہے۔ آپ اگر دنیا کے نقشے کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ گرم پانیوں کی خوبصورت بندرگاہوں کی اکثریت مسلمانوں کے پاس ہیں۔ تیل کے ذخائر مسلمانوں کے پاس ہیں۔ ہیرے اور سونے کی کانیں مسلمانوں کے پاس ہیں بہترین کھیت اور بہترین زرخیز زمینیں مسلمانوں کے پاس ہیں۔ بہترین پھلدار وادیاں مسلمانوں کے پاس ہیں یعنی جتنے جانور جن سے گوشت مہیا ہوتا ہے، چمڑا سپلائی ہوتا ہے، یہ ساری تیل دار اجناس، ان کا بیشتر حصہ یعنی 80فیصد حصہ اسلامی ریاستوں کے پاس ہے۔

اسلامی ریاستیں آپ دیکھیں گے تو آپ کو ساری خط جدی کے اوپر اور شمالی سرطان کے نیچے آباد نظر آئیں گی۔ اس سے نیچے جائیں تو ایسے ساحل ہیں جن پر سارا سال برف جمی رہتی ہے اور ان خطوط سے اوپر جائیں تو بھی ساحلوں کے بیشتر حصوں میں برف جمی رہتی ہے اور غیر مسلم ممالک کی اکثریت ان حصوں میں آباد ہے۔ یا تو ان علاقوں میں کثرت سے بارشیں ہوتی رہتی ہیں یا سال کے آٹھ مہینے برف جمی رہتی ہے۔ تو وسائل مسلمانوں کے پاس زیادہ ہیں۔ شاید کافروں کے پاس علم اور ٹیکنالوجی زیادہ ہو۔ لیکن یہ مفروضہ بھی غلط ہے۔

روئے زمین کا اگر سروے کیا جائے......... میں نے جاپان سے امریکہ کے مغربی ساحلوں تک چین سے افریقہ تک چل پھر کر الحمدللہ ذاتی طور پر دیکھا ہیں جدید جو ٹیکنیک ہے یا جسے ماڈرن ٹیکنالوجی کہا جاتا ہے، جہاں جہاں اس کے ادارے ہیں وہاں پر کام کرنے والے جو چوٹی کے لوگ ہیں وہ مسلمان ہیں۔ یورپ کے ٹیکنیکی اداروں میں مسلمان ہیں، امریکہ کے ٹیکنیکی اداروں میں مسلمان ہیں حتکہ جب میں نے ناسا کو دیکھا تھا تو اس وقت اس کی گورننگ باڈی میں پانچ ممبر تھے، پانچ سائنٹیسٹ تھے جن میں سے تین مسلمان تھے۔ اسی طرح جاپان کے کارخانوں میں آپ دیکھ

ناسا کی گورننگ باڈی میں پانچ سائنٹسٹ تھے جن میں سے تین مسلمان تھے۔

لیں، یا امریکہ کی ایک وادی کا نام کمپیوٹر ویلی یا سلیکون ویلی یا اسی طرح کا انہوں نے نام رکھا ہوا ہے، کمپیوٹر میں بھی ٹاپ پر مسلمان ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس عددی قوت بھی ہے، مالی وسائل بھی ہیں، ٹیکنالوجی بھی ہے، آپ صرف پاکستان کو ہی لے لیجئے۔ پاکستان کے پاس اتنے مالی وسائل ہیں کہ اس کی تاریخ گواہ ہے کہ جو قوم بھی باہر چلنے کے قابل ہوئی وہ اس خطے پر قبضہ کرنے کو دوڑی اور ہندوستان کے پاس ہے کیا۔ یہ جو برصغیر کو لوگ دوڑتے ہیں......... ہندوستان کے پاس صرف مشرقی پنجاب ہے جو ریڈکلف کے ایوارڈ میں پاکستان سے کاٹ کر انہیں دے دیا گیا۔ اگر مشرقی پنجاب بھی ان سے واپس لے لیا جائے تو یوپی سی پی سے لے کر کلکتہ تک کہیں جوار ہوتی ہے اور کہیں چاول ہوتے ہیں یا کہیں جنگلات ہوتے ہیں انہیں کھانے کو کچھ نہیں ملتا۔ یا جنگلات ہیں یا پہاڑ ہیں یا صحرا ہیں۔

مشرقی پنجاب ہندوستان کی 100 کروڑ کی آبادی کو روزی مہیا کر رہا ہے اور پاکستان کے پاس جو حصہ ہے اسے آپ اس نظر سے دیکھیں کہ سارا سال اس میں انتہائی گرمی سے لے کر انتہائی سرد موسم اس ایک ملک میں رہتا ہیں ہمالیہ کی بلند ترین چوٹیاں کے۔ٹو جیسی اس میں ہیں اور سطح سمندر کے برابر یا اس سے ایک حد تک نیچے کے سندھ کے صحرا بھی اس میں ہیں یعنی سارا سال سارے موسم اس خطے میں رہتے ہیں۔ سارا سال ساری اجناس پیدا ہو سکتی ہیں۔ سارا سال سارے پھل اگائے جا سکتے ہیں، سارا سال ساری سبزیاں لگ سکتی ہیں۔ جہاں سارے موسم رہتے ہیں وہاں زیر زمین ہر قسم کی معدنیات پائی جاتی ہیں۔

دنیا کے بہترین پتھر اس ملک میں پائے جاتے ہیں۔ اس میں ہیرے پائے جاتے ہیں۔ سونا اس کے دریاؤں میں بہتا رہتا ہے۔ پاکستان کے دریاؤں میں سونا بہہ کر آتا ہے اور شمالی علاقہ جات میں جا کر آپ دیکھیں تو وہاں

ایک قبیلہ ہے جسے سونوال ہی کہتے ہیں جب اکتوبر میں دریاؤں میں پانی کم ہونے لگتا ہے، اوپر برفیں جمنے لگتی ہیں تو دریا کا پانی سمٹنے لگتا ہے، تو جو ریت وہ ساحلوں پر چھوڑ کر آتا ہے، وہاں آکر وہ شامیانے لگا لیتے ہیں اور گڑھے کھود کر ریت کو پانی میں چھاننا شروع کر دیتے ہیں اور مہینہ ڈیڑھ مہینہ میں وہ اتنا سونا نکال لیتے ہیں جو ان کی سال بھر کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے اور وہ خالص ترین سونا ہوتا ہے۔

اب صدیوں سے جن پہاڑوں سے دریا گزر رہا ہے اور صدیوں سے سونا کاٹ کاٹ کر لا رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ سارا پہاڑ سونے کا ہے بشرطیکہ کوئی اسے نکال سکے۔ چونکہ سونا جہاں بھی نکلتا ہے پورے پہاڑ چھانے جاتے ہیں سونے کی سرنگ وغیرہ نہیں لگائی جاتی۔ جن ملکوں میں سونا نکل رہا ہے جس پہاڑ میں سونا ہوتا ہے، تھوڑا تھوڑا کر کے اس پورے پہاڑ کو چھانتے جاتے ہیں۔

اس ملک کو پچاس سالوں میں آنے والے ہر شخص نے لوٹا لیکن کوئی اس کی دولت ختم نہیں کر سکا۔ جو آتا ہے اس کے لئے پھر کافی ہوتی ہے۔ یہ ایسا ملک ہے کہ اس کے اردگرد دیوار بنا دی جائے کہ کوئی چیز درآمد نہ کی جائے تو بھی اس کے رہنے والے بھوکے نہیں مرتے۔ زندگی کی ضرورت کی تمام چیزیں اس کے اندر موجود ہیں۔ کپڑے سے لے کر چمڑے جوتے تک، کھانے سے لے کر فروٹ تک.........

کمال ہے کہ ہم اتنے خود کفیل لوگ ہیں، ہم اتنی بڑی قوم ہیں، اتنی بڑی تعداد ہے، اتنے بڑے علوم ہیں اور مار بھی ہم ہی کھا رہے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

کتاب اللہ سے پوچھا جائے تو اس کی وجہ صرف ایک ہے کہ ہم قومی مسلمان رہ گئے ہیں جبکہ مسلمان ایک قوم نہیں بلکہ مسلمان ایک دین ہے۔ اسلام کوئی قوم نہیں ہے اسلام دین ہے، عقیدہ ہے، ایمان ہے، عمل ہے۔ ہم جو دو سو

مہینہ ڈیڑھ مہینہ میں وہ اتنا سونا نکال لیتے ہیں جو ان کی سال بھر کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔

کروڑ اپنی گنتی گنتے ہیں یہ ہم سب قومی مسلمان ہیں۔

اگلے دن ایک بندہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ دیکھیں جی ہم تو مارے گئے، پہلی قوموں کے پاس نئے نبی آجاتے تھے، کچھ نہ کچھ ان سے اصلاح، کچھ نہ کچھ ان کی مدد ہو جاتی تھی، ہمارے پاس تو نبی بھی کوئی نہیں آنے والا تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ جن قوموں کے پاس نبی آتے تھے، ان کی تاریخ آپ نے پڑھی ہے۔ بیشتر نے انبیاء کو ظلماً شہید کیا بلکہ یہودیوں کی تاریخ میں ہے کہ انہوں نے ایک دن میں ستر نبی ذبح کر دیئے اور جہاں کئے تھے وہ چٹان ابھی تک سرخی اگلتی ہے۔ ان کے پاس نبی اس لئے آتے تھے کہ پہلے نبی کی نبوت کا عہد تمام ہو جاتا تھا اور اس کتاب کے احکام ختم ہو جاتے تھے تو نئی کتاب آجاتی تھی، یا کوئی ایسے نبی آتے تھے جو اسی کو آگے چلاتے رہتے تھے۔ لیکن جب آپ ﷺ آئے تو وہ نبی ایسا تھا جیسے سورج طلوع ہو رہا ہو۔ قصیدہ کہتے ہوئے، نعت کہتے ہوئے ایک عرب شاعر نے کہا تھا کہ آپ ﷺ آپ سورج ہیں اور آپ سے پہلے آنے والے سارے انبیاء آسمان ہدایت کے ستارے ہیں۔ جب سورج طلوع ہو جاتا ہے پھر کوئی ستارہ باقی نہیں رہتا۔ میں نے کہا کہ آپ کے نبی جو تشریف لائے وہ سورج تھے ساری کائنات، سارے جہان، ساری اقوام اور سارے زمانوں کے لئے......... اسی طرح ایک نعت لکھنے والے نے لکھا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ پہلوں کے بھی سورج طلوع ہوئے اور غروب بھی ہو گئے، عہد نبوت جاری ہوا اور ختم بھی ہو گیا لیکن ہمارا سورج ہمیشہ افقِ اعلیٰ پر چمکتا رہے گا۔ یہ طلوع ہوا ہے غروب کبھی نہیں ہوگا۔ میں نے کہا کہ آپ کے پاس کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ آپ کے پاس نبی موجود ہے اپنی ساری برکات کے ساتھ، اپنے سارے فیوضات کے ساتھ لیکن اس چڑھے ہوئے سورج میں آپ آنکھوں پر پٹی باندھ لیں،

آنکھیں بند کر لیں اور آپ کہیں کہ روشنی ہو گی تو کام کریں گے تو روشنی کیسے ہو گی۔ روشنی تو موجود ہے۔ آپ کی ہی آنکھیں بند ہیں۔ آپ تقلید کر رہے ہیں کفار کی اور چھوڑ دی ہے پیروی محمد الرسول اللہ ﷺ کی۔ آپ نے اپنے کردار میں، اپنے عمل میں، اپنی معیشت میں، اپنی سیاست میں، اپنی عدلیہ میں، اپنے سارے نظام زندگی میں کافروں کی نقل اختیار کر لی ہے اور محمد الرسول اللہ ﷺ کا اتباع چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے دامانِ نبوت چھوڑا، آپ نے اللہ کی رحمت کو چھوڑا، وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ اگر کافر مسلمانوں کو مار رہے ہیں تو کافر بڑے آسودہ حال ہیں۔ کافر بھی بڑے بڑے عجیب عذابوں میں مبتلا ہیں۔ کسی کے پاس سکون کا ایک لمحہ نہیں ہے۔ پوری کافر دنیا میں کوئی چین سے سو نہیں سکتا۔ پوری کافر دنیا میں کوئی ایک ملک ایسا نہیں کہ جہاں آرام سے آدمی بازار سے ہو آئے...... گولی مار دیتے ہیں، قتل ہو جاتا ہے، لوٹا جاتا ہے۔ پوری کافر دنیا میں کسی ایک بندے کی عزت محفوظ نہیں ہے اس کی بیٹیاں ننگی ناچتی ہیں اور باپ دیکھنے پر مجبور ہے۔ پوری کافر دنیا میں نہ کسی کی عزت ہے نہ آبرو ہے نہ خاندان ہے حتّٰی اب امریکہ میں پچھلے دس سال سے انہوں نے باپ کے نام کا خانہ ہی کاٹ دیا ہے کہ کسی کی ولدیت نہ ہی پوچھی جائے اور نہ ہی لکھی جائے اس لئے کہ اکثریت کو اپنے والد کا پتہ ہی کوئی نہیں ہے۔ کیا ایسے لوگ پرسکون ہوتے ہیں۔ طرح طرح کے عذابِ الٰہی انہیں گھیرتے ہیں اور ایک بیماری کا علاج ابھی دریافت نہیں ہوتا کہ دوسری ایسی آجاتی ہے جس کی سمجھ ہی نہیں آتی، انہی کے خوف سے ڈرتے اور مرتے رہتے ہیں۔

وہ تو عذاب میں اس لئے گرفتار ہیں کہ کافر ہیں اور ہم مصیبت میں اس لئے پکڑے گئے ہیں کہ ہم کافروں کے پیروکار ہیں۔ ہم قومی

> **مرنے والے کی دوا پر کوئی دونی خرچ نہیں کرتا لیکن وہ مر جائے تو لاکھوں روپیہ کی دعوتیں پک جاتی ہیں، مرنے والا خواہ بھوک سے مرا ہو۔**

مسلمان ہیں لیکن اسلام کوئی قومیت نہیں ہے۔ اسلام عقیدے، ایمان اور عمل کا نام ہے۔ اب اگر ہم کہتے رہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن سود بھی کھاتے رہیں تو قرآن تو کہتا ہے کہ اگر سود کھانا نہیں چھوڑو گے تو تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے اللہ کا اور اس کے رسول کا۔

چھپن مسلمان ریاستوں میں سے کوئی ایک ریاست ایسی نہیں ہے جس میں سود نہ ہو اور جو ایک بنی شروع ہوئی تھی اس پر ساری دنیا کے کافر اکٹھے ہو کر ٹوٹ پڑے بلکہ صالح، نیک، لبرل اور ماڈرن مسلمانوں نے بھی کافروں کا ساتھ دیا۔ کیا سمجھتے ہیں کہ اس حال میں ہم رحمت کے مستحق ہیں۔ جہاں کہیں اللہ کا نام بلند ہو ہم اسے مٹانے کے لئے متحد ہو جائیں کیا یہ مسلمانی ہے۔ اور قرآن کا ایک اصول ہے جو قیامت تک کے لئے ہے۔ قرآن اصول فرماتا ہے کہ قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْلَھُمْ اے میرے حبیب! ان کافروں سے کہہ دو اللہ کی رحمت کو کوئی چیز ختم نہیں کر سکتی، محدود نہیں کر سکتی، تھکا نہیں سکتی۔ اس کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ اگر تم سارے کافر بھی کفر سے باز آ جاؤ گے تو میں معاف کر دوں گا۔ یہ اپنے کرتوتوں سے باز آ جائیں، یہ ایمان قبول کر لیں تو میں انہیں بخش دوں گا۔ جو کچھ بھی یہ کر چکے ہیں مَا قَدْ سَلَفَ جو ظلم، جو گناہ، جتنی برائی، آج سے پہلے، توبہ کرنے سے پہلے جو کر چکے ہیں، مخلوق کے گناہوں سے میری رحمت وسیع ہے، مخلوق مخلوق ہے میں خالق ہوں۔ مخلوق کا کردار محدود ہے، میری صفات لامحدود ہیں۔ وَاِنْ یَّعُوْدُوْا اور اگر یہ باز نہ آئے فَقَدْ مَضَتْ اور اپنے کردار پر مصر رہیں۔ سنت الاولین تو ان سے کہہ دو کہ پہلی اقوام کا حال دیکھ لو۔ تم سے پہلے بھی کافر اور باغی اور سرکش قومیں اسی دنیا پر ہوئی ہیں، ان کے آثار دیکھو، ان کی عمارتیں دیکھو، ان کی تاریخ پڑھو اور دیکھو کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوئے۔ تم بھی خیال رکھو تمہارا بھی وہی حشر ہو گا۔

یہ تو بات ہوگئی کافر کے ساتھ اب

باری آ گئی اس کی جو خود کو مسلمان کہتا ہے۔ مسلمان کیا کرے؟ فرمایا! مسلمان کا کام ہے "وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ" مسلمان کا کام ہے کہ وہ شمشیر بکف ہو کر میدان میں اترے اور تب تک قتال کرتا رہے جب تک ظلم ختم نہیں ہو جاتا۔ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ اور روئے زمین پر ہر باغی کی گردن قلم ہو جائے اور ہر سر اللہ کو سجدہ کرے غیر اللہ کی پوجا ختم ہو جائے۔ روئے زمین پر دین صرف اللہ کا رہ جائے ادیان باطلہ کو مٹا دو یہ سارے اللہ کے حقوق بھی غصب کرتے ہیں اور مخلوق کے حقوق بھی غصب کرتے ہیں۔ ہر باطل مذہب خالق کے حقوق پر بھی ڈاکہ ہے اور مخلوق کے حقوق پر بھی ڈاکہ ہے۔ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ" ہاں اگر کافر ظلم سے باز آ جائے پھر ان کے ساتھ قتل کی ضرورت نہیں ہے۔

رہا ان کا کردار، وہ اللہ دیکھ رہا ہے ان سے خود ہی حساب لے لے گا۔ زبردستی مسلمان بنانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن دین...... اب یہاں دین کا ترجمہ آپ تہذیب کریں، کلچر کریں، رہنے سہنے کا انداز کریں، جینے مرنے کے اسالیب کریں، معیشت، سیاست، عدالت، لین دین، اخلاقیات یہ سارے کا سارا وہ ہو جائے جو اللہ چاہتا ہے۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے۔ زیادتی سے رک جائے، کلمہ نہیں پڑھتے نہ پڑھیں۔ اللہ جانتا ہے، اللہ فرماتا ہے کہ جب میرے پاس آئیں گے تو میں حساب کر لوں گا۔

ہم نے کیا کیا؟ بجائے اس کے کہ ہم کافر کو ظلم سے روکتے ہم اس کے ظلم میں شریک ہو گئے۔ ہم نے حلیے ان جیسے بنا لئے، ہم نے ان کا رہن سہن اختیار کر لیا، ہم نے ان کا معاشی نظام مستعار لے لیا، ہم نے نظام ریاست سے لے کر خانگی امور تک میں ان کی پیروی اختیار کر لی۔ ہم حکومت سے لڑ رہے ہیں کہ حکومت کو مار دو۔ حکومت کیا ہے؟ ایک غریب دیہاتی کسان جو ادھار مانگ کر بچے کی شادی

ہمارے گاؤں کے خطیب صاحب جنازہ پڑھانے گئے تو انہوں نے جنازہ پڑھانے کے دو سو روپیہ مانگے۔

کرتا ہے وہ سنت چھوڑ دیتا ہے مگر ہندو کی رسم نہیں چھوڑتا۔ شادی کو چھوڑ دیں، جس کا مرجاتا ہے وہ شرعی طریقہ سے نہ فاتحہ دیتا ہے نہ کھانا دیتا ہے بلکہ ہندوؤں کی رسموں کے مطابق دعوتیں پکاتا ہے لوگوں کی۔

مرنے والے کی دوا پر کوئی دونی خرچ نہیں کرتا لیکن وہ مرجائے تو لاکھوں روپیہ کی دعوتیں پک جاتی ہیں۔ مرنے والا خواہ بھوک سے مرا ہو۔ اب اگر آپ مرنے والے کی کھا رہے ہیں، اسی کی وراثت سے تو وہ تو ابھی وارثوں میں تقسیم ہی نہیں ہوئی اور اس کے بچے شاید چھوٹے ہوں یا نابالغ ہوں تو ان کا مال کھانا تو ویسے ہی حرام ہوگا۔ پھر اس کی وراثت جب تک تقسیم نہیں ہوتی۔ اسوقت تک اس کی دعوت کیسے اڑائی جا سکتی ہے۔ کوئی ضروری ہے کہ بندہ مر گیا ہے اور آپ نے ضرور دعوت کھانی ہے۔ کیا کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے جو فی سبیل اللہ اس کا جنازہ پڑھ کر اس کے لئے دعائے مغفرت کر کے اپنے گھر چلا جائے؟ کوئی نہیں ہے۔

ہمارے گاؤں کے جو خطیب صاحب ہیں پچھلے دنوں گاؤں کا ایک چھ ماہ کا بچہ فوت ہو گیا، وہ بڑے غریب آدمی تھے۔ خطیب صاحب جنازہ پڑھانے گئے تو انہوں نے کہا کہ دو سو روپیہ دو۔ اس نے کہا کہ دو سو تو ہمارے پاس نہیں ہیں۔ خطیب نے کہا کہ اگر دو سو تمہارے پاس نہیں ہیں تو ادھار پکڑ لو۔ میں تو اتنے پیسے لے کر ہی جنازہ پڑھاؤں گا۔ دو سو روپیہ میں جنازہ پڑھایا جا رہا ہے۔ اور جن کے پاس دو روپے نہیں ان سے لڑ بھڑ کر دو سو روپیہ لے کر آیا۔ یعنی کوئی ایسا بندہ نہیں ملتا جو فی سبیل اللہ جنازہ پڑھا سکے۔ کیا ایسی قومیں، ایسے کردار اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں۔ جو زہر کھا رہا ہو اور دعا کر رہا ہو کہ اے اللہ! مجھے عمر طویل دے وہ بے نیاز اس کے لفظوں پر نہیں اس کے کردار پر عمل آتا ہے۔ زہر سے مرے گا بے شک دعا کرتا رہے۔ وہ جانتا ہے کہ جو تو کھا رہا ہے اس میں جو اثر ہے وہی تجھ پر ہوگا۔ کوئی آدمی زندگی

بڑھانے کے لئے اپنے آپ کو گولی مار دے تو اس کی عمر لمبی ہو جائے گی۔ جو تاثیر عمل میں ہے وہ لفظ میں نہیں ہے۔

ایک آدمی زبانی کہتا ہے کہ میں لاہور جا رہا ہوں لیکن گاڑی پشاور والی میں بیٹھ جاتا ہے تو نتیجہ عمل پر ہوگا یا اس کے کہنے پر ہوگا؟ پہنچے گا پشاور کہتا رہے لاہور جا رہا ہوں کیونکہ وہ گاڑی پشاور جا رہی ہے۔ ہم زبان سے کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، ہمیں اللہ نے ایک شرف بخشا۔ اب جہاد تو دور کی بات ہے کہ وہ تو بے وقوفوں اور جاہلوں کا کام ہے، وہ تو بھوکے ننگے اور مفلس لوگوں کا کام ہے۔........ ہمارے جو جرنیل صاحبان نے کہا کہ ہم اگر امریکہ سے لڑائی مول لے لیتے تو ہمیں گھاس کھانا پڑتی اور غاروں میں رہنا پڑتا........ کیا ضرورت ہے ایئر کنڈیشنڈ کمرے اور صوفے چھوڑ کر غاروں میں رہنے کی۔ ڈرائنگ روموں میں بیٹھو لیکن قبر میں بھی جانا ہے۔ وہاں صوفے نہیں ہیں۔ صوفے لے کر بھی گئے تو وہاں مٹی کھا جائے گی اور جنہوں نے اللہ کے نام پر مقابلہ کیا انہیں جاہل، بے وقوف اور کیا کیا القاب دیئے گئے اور دیئے جا رہے ہیں۔ حکمہ جشن منائے گئے۔ آج پھر عالمی طاقتیں کیوں رو رہی ہیں کہ ہمارے بندے مر رہے ہیں، آج کیسے مر رہے ہیں تم تو فتح کر چکے، تم نے تو سب کچھ ختم کر دیا، لاکھوں لوگ تم نے اجاڑ دیئے، لاکھوں خاندان اجاڑ دیئے۔ بچے، عورتیں، معصوم، بے گناہ سب پر آتش و آہن کی بارش برسائی اور بے دریغ خون بہایا۔ اب اپنی باری پھر کیوں آ گئی ہے۔ تمہیں مارنے والا کون ہے۔

اب روز امریکی کیوں مر رہے ہیں، روز برطانوی کیوں مر رہے ہیں، جرمن کے سپاہیوں کو کس نے مار دیا۔ ارے وہ بے وقوف ابھی باقی ہیں اور بے وقوف تب تک رہیں گے جب تک سورج کا طلوع و غروب ہو رہا ہے۔ یہ دنیا داناؤں سے نہیں بس رہی۔ اگر اللہ کو ماننا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنا بے وقوفی

جب تم اللہ اور اللہ کے رسول کا دین ختم کرنے کے لئے کافروں کے ساتھ ہو تو اللہ سے کس رحمت کی امید رکھتے ہو؟

ہے تو ہمیں اس بے وقوفی پر فخر ہے۔ اور بے وقوفوں کے دم قدم سے یہ دنیا قائم ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ فرمایا! جب کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہا، قیامت قائم ہو جائے گی۔

ہم ڈالروں پر بک رہے ہیں۔ یہ بے وقوف بھی ڈالر لے لیتے، رسومات امریکہ کی اپنا لیتے، لباس اس کا پہن لیتے........ کہتے کیا ہیں کہ طالبان حکومت چلی گئی تو عورتیں ناچ رہی ہیں۔ یہ ترقی ہو گئی ہے۔ طالبان حکومت ہم نے ختم کر دی، ٹی وی پر دکھایا کہ دیکھو کابل میں سینما کھل گیا، عورتیں ناچ رہی ہیں۔ یہ ترقی ہو گئی ہے۔ لیکن اب وہ سینما تو پھر اجڑ گئے ہیں۔ حق ختم نہیں ہوتا اور کبھی ختم ہوگا ہی نہیں۔ اور دنیا میں واحد چھوٹی سی ریاست بنی تھی قرآن و سنت پر جس پر کافر نے یہ کہا، میں نے اپنے کانوں سے بش کے یہ الفاظ سنے کہ

They were going to finish our Culture around the Globe.

کہ یہ لوگ روئے زمین پر ہماری تہذیب کو ختم کرنا چاہ رہے تھے، یہ اس کے لئے خطرہ بن گئے تھے۔ یعنی کافر کا جو کرتوت ہے........ بے غیرتی، سور کھانا، شراب پینا، سود کھانا، بہو بیٹیوں کو برہنہ نچانا، عورتوں کو برہنہ پھرانا، بدکاری کے اڈے کھولنا یہ اسے وہ تہذیب کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہماری تہذیب ختم کر کے نئی تہذیب لا رہے تھے اس لئے ہمارے لئے خطرہ تھے........ مسلمان حکومتوں کے لئے وہ اس لئے خطرہ تھے کہ ان کی اپنی مرضی نہ چلتی اور ان کے شخصی قوانین کے بجائے اللہ اور اللہ کے رسول کا، کتاب و سنت کا قانون آ جاتا اس لئے مسلمان حکومتوں کو بھی ایسے بے وقوف نہیں چاہئیں تھے۔ کیونکہ چھپن اسلامی ریاستوں میں حکمرانوں کی مرضی ہی چلتی ہے، اللہ اور رسول کی نہیں۔ اگر اس طرح ریاستیں بننے لگ جاتیں جس طرح افغانستان میں بن گئی تھی تو پھر تو ہر جگہ

یہ واویلا اٹھتا کہ یہاں بھی قرآن وسنت کا نظام نافذ کرو........ جب تم اللہ اور اللہ کے رسول کا دین ختم کرنے کے لئے کافروں کے ساتھ ہو تو اللہ سے کس رحمت کی امید رکھتے ہو؟ یہ دعویٰ اسلام ہے؟ نتیجہ قبر میں بھی معلوم ہو جائے گا اور میدانِ حشر میں بھی واضح ہو جائے گا کہ کون مسلمان ہے اور کون نہیں۔

حکومت پاکستان نے کہا کہ اگر ہم انکار کرتے تو امریکہ ہمیں مار دیتا، فلاں مار دیتا، فلاں مار دیتا اور ہم مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ اگر کافر تمہاری بات نہ مانے وَاِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا تو کان کھول کر پورے اطمینان سے سن لو اور اس کو دل میں بٹھا لو اَنَّ اللّٰہَ مَوْلٰکُمْ اللہ تمہارا مالک ہے وہ تمہارے ساتھ ہے اور یہ بھی جان لو نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ بے نظیر مالک ہے اس کی نظیر نہیں اور اس کی مثال نہیں، بے مثل مالک ہے اور اس جیسا کوئی دوسرا نہیں اور اس جیسی کوئی دوسرا مدد بھی نہیں کر سکتا اور تمہیں کیا تمہارے ساتھ تو اللہ ہے۔ اللہ کا ساتھ ہونا تو دور کی بات ہے یہاں تو اللہ کو ماننے کے لالے پڑے ہوئے ہیں اور ہمارا عالم یہ ہے کہ مجھے خوشی ہوئی جنرل پرویز مشرف کی دو تقریریں سن کر۔ بڑا کڑوا سچ بولا اس بندے نے، ہماری بہت سی دینی جماعتوں نے ایک متحدہ دینی محاذ بنایا اور اس میں بڑے بڑے اچھے اور بڑے بڑے اعلیٰ لوگ، تقریباً سارے نامور علماء اس میں شامل ہیں۔ لاہور کے سٹیج پر بھی جنرل صاحب نے کہا کہ یہ جو دینی جماعتوں کا اتحاد میرے ریفرنڈم کی مخالفت کر رہا ہے، یہ سارے منافق ہیں۔ اور بنوں کے جلسہ میں بھی سٹیج پر پھر یہی کہا........ بھئی اس کی بھی کمال جرات ہے، اچھا کیا، خوب کہا۔ میں بھی مولوی ہوں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ دین کی راہ میں رکاوٹ صرف مولوی ہے اور کسی سے نفاذ دین روکا نہیں جا سکتا۔ حد نہیں ہوگئی کہ کسی نے نہ فتویٰ لگایا، آج تک کسی نے جواب نہیں دیا، میں نے اخبار میں کسی کا جواب نہیں پڑھا۔ ایک نوابزادہ

مجھے خوشی ہوئی جنرل پرویز مشرف کی دو تقریریں سن کر بڑا کڑوا سچ بولا اس بندے نے۔

نصر اللہ نے کہا ہے کہ جنرل صاحب جو زبان استعمال کر رہے ہیں یہ سربراہِ مملکت کو زیب نہیں دیتی۔ اتنا سا سچ بچا کر انہوں نے ایک جملہ کہا ہے۔ ہمارے علماء حضرات نے تو اتنا بھی نہیں کہا........ یار، ہم تو کھانستے بھی ہیں تو یہ فتویٰ لگا دیتے ہیں، ہم اللہ اللہ کرتے ہیں تو فتویٰ لگا دیتے ہیں، ذکر کرتے ہیں تو فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ بات بات پر لڑائی ہو جاتی ہے۔ ایک دوسرے پر کفر تانا ہوا ہے، اُس مسجد والے اِس کو کافر، اِس مسجد والے اُس کو کافر، اِس مسجد والے کہتے ہیں اُس کو قتل کر دو اُس مسجد والے کہتے ہیں اِس کو قتل کر دو اب ادھر آپ کی توپوں کا منہ کیوں نہیں جاتا........ اس کا مطلب ہے کہ کوئی خطا ادھر بھی ہے۔ کچھ ہے........ چلو سارا سچ نہ سہی، سارے تو نہیں ہوں گے، اللہ کے بندے بھی درمیان میں ضرور ہوں گے لیکن اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جیسا فتویٰ جنرل صاحب نے دیا ہے۔ فتویٰ دینے کا سواد آ گیا ناں۔

حضرات! یہ کڑوا سچ ہے۔ اللہ ہمیں معاف کرے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے صرف علما ہی نہیں بلکہ ہم سب منافق ہیں۔ ہم اس لئے منافق ہیں کہ نماز کے وقت سجدہ کر لیتے ہیں، باہر نکل کر جھوٹ بولتے ہیں۔ ہر سال حج کر آتے ہیں، دکان پر بیٹھ کر ریٹ دوگنے بتا کر گاہک کو لوٹ لیتے ہیں۔ مال اور دیتے ہیں پیسے اور مال کے لیتے ہیں۔ کوئی ایک مولوی، کوئی ایک صوفی، کوئی ایک حاجی ایسا بتا دو کہ جس کی دکان سے بلاتکلف چیز لے لی جائے کہ جو اس نے قیمت بتائی وہی ٹھیک ہو۔ کوئی ہے........؟ اور منافقت کیا ہوتی ہے، دم ہوتی ہے منافقوں کے؟ یہی ہوتی ہے ناں کہ ظاہراً نیک ہے باطناً میں ڈاکو ہے۔ تو خدا بھلا کرے جنرل صاحب کا کہ اس نے ہم سب کو شیشہ دکھا دیا۔ پہلے آج تک کسی نے اس طرح اجتماعی طور پر ایسا فتویٰ دینے کی جرات نہیں کی اور علماء ایک دوسرے کو کافر بھی کہتے رہتے ہیں، منافق بھی کہتے رہتے ہیں لیکن آپس میں پھر صلح کر لیتے

ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ جانے دو آپس کی بات تھی۔ لیکن فوجی نے تو بھائی بڑی توپ داغی ہے اور بڑا دھماکہ کیا ہے اور مزہ اس بات کا ہے کہ کسی نے اف تک نہیں کی۔ اور اب تو شک ہونے لگا ہے کہ یہ سچ ہی ہے۔ ہم تو ہیں ہی منافق۔ اور اگر غور کیا جائے تو جب تک اس منافقت سے نکل کر ہم کھرے مسلمان نہیں ہوتے اور یہ بھی یاد رکھو کہ پوری دنیا کی چھ سو کروڑ کی آبادی میں اگر ایک بندہ بھی اللہ پر بھروسہ کر کے بیٹھا رہے تو کوئی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اس لئے کہ اس کے ساتھ اللہ ہے۔ اور اگر دس ہو گئے تو ان کے ساتھ اللہ ہے۔ ان کا انجام بھی نیک ہوگا اور دنیا میں بھی عزت وسکون سے رہیں گے کہ عزت اللہ کے لئے ہے، اللہ کے حبیب ﷺ کے لئے ہے اور اللہ کے مومن بندوں کے لئے ہے۔

وقت آ گیا ہے، دنیا کا کفر متحد ہو رہا ہے۔ مسلمان جو بے عمل ہیں اور بے دین ہیں وہ ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ لیکن یہ جو آپ کو بے وقوف نظر آتے ہیں ناں، یہ جو بھوکے ننگے، سوکھی لکڑیاں ہیں، ان سوکھی لکڑیوں سے ہی شعلہ بھڑکے گا اور انشاء اللہ سارے کفر کو بھسم کر دے گا۔

اب بات مقابلے پر آ گئی ہے کہ دنیا کا کفر ایک طرف ہے، نفاق اس کے ساتھ ہے اور ایمان دوسری طرف ہے۔ بے شک ظاہر بین آنکھ کو ایمان تھوڑا نظر آئے لیکن بھائی! ایک طرف کانچ کا محل بنا دو اور ایک طرف ہیرا ایک قیراط کا رکھ دو تو محل کی وہ قیمت نہیں ہوتی جو اس چھوٹے سے ہیرے کے ٹکڑے کی ہوتی ہے۔ کفر کانچ کا محل ہے اور نور ایمان، تجلیات باری.......... ادھر اللہ کا نور ہے ادھر شیطان کی ظلمت ہے۔ اور انشاء اللہ یہ مقابلہ ہوگا، یہ ٹکراؤ ہوگا، یہ جنگ ہوگی یہ رکے گی نہیں اب یہ پورے برصغیر میں پھیلے گی اور بے شمار خون بہے گا۔ میری اللہ سے دعا یہ ہے کہ ہمیں حق پر مرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حق کے غلبے کے لئے میرا دعا کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ حق کے غلبے کا فیصلہ ہو چکا۔ حق ہی غالب ہوگا۔ خطرہ ہے مجھے اگر تو اپنا ہے کہ کہیں میں حق کا ساتھ چھوڑ نہ بیٹھوں اور کفر کی طرف سے نہ مارا جاؤں۔

> **جنرل صاحب نے کہا کہ یہ جو دینی جماعتوں کا اتحاد میرے ریفرنڈم کی مخالفت کر رہا ہے، یہ سارے منافق ہیں۔**

تو میرے بھائی! اپنے یقین کی اصلاح کرو وہ اللہ کے ذکر سے ہوگی، اپنے کردار کی اصلاح کرو وہ اللہ کے نام سے ہوگی، اللہ کی کتاب کی تلاوت سے ہوگی، اللہ کے دین کو سیکھنے اور دین داروں کے پاس بیٹھنے سے ہوگی اور اپنے لئے روز دعا کیا کرو کہ اے اللہ! میری زندگی اور میری موت بھی اپنے لئے قبول کر لے۔ یہ جو روز آپ کو فکر ہوتی ہے ناں کہ غلبہ اسلام کی دعا کرو۔ تو اگر یہ دعا آپ خود کریں تو آپ کو ثواب ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کا اسلام غالب ہوگا میری اور آپ کی دعا کا محتاج نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ ہو چکا۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا باطل کو تباہ ہونا ہے اور آنے والے آثار غزوۃ الہند کے ہیں اور اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے تفصیلاً بتا دیا ہے۔ جہاد ہوگا، بے شمار لوگ شہید بھی ہوں گے، بے شمار کفار تباہ بھی ہوں گے اور کافروں کی طاقتیں اس طرح بکھریں گی کہ لوگ تاریخ میں پڑھا کریں گے کہ کہیں یونائیٹڈ سٹیٹس ہوا کرتی تھی۔ زمین پر انشاء اللہ کوئی سپر پاور سوائے اللہ کے نہیں رہے گی۔ وقت کا تعین نہ اللہ نے کیا ہے نہ اللہ کے حبیب نے کیا ہے اور نہ میں اور آپ کر سکتے ہیں۔ حضور ﷺ کی پیش گوئیوں کے مطابق آثار نظر آ رہے ہیں۔

یہ کفر اور اسلام کی آویزش جاری ہے اور جاری رہے گی۔ اسلام فاتح ہوگا، کفر کو مٹنا ہے۔ انشاء اللہ العزیز۔ سوال یہاں آ کر رکتا ہے کہ ہم کس طرف ہوں گے۔ ہمارا دم کس دہلیز پر نکلے گا، فیصلہ تیرے مقدر کا تیرے ہاتھوں میں ہے۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا میری دعا ہے کہ اللہ مجھے، آپ کو، حاضر و غائب تمام مسلمانوں کو حق کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

گوہرِ مراد (اقتباس از حیات طیبہ)

مرسلہ ...... بریگیڈیئر (ر) امتیاز احمد خاں

ایک مردِ کوہستانی' عمر بائیس سال' سرو قد' وادی ونہار کے عام باسیوں کے برعکس سرخ و سپید چہرہ' مردانہ وجاہت اور بانک پن' اس پر مستزاد شکاری لباس' نشانہ اتنا پختہ کہ ریوالور سے پرندوں کا شکار معمول کا کھیل تھا۔ یہ نوجوان اعوان ہونے کے ناطے ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا تھا جس میں قتل مقاتلے برسوں کا معمول تھا۔

جوانی کی اٹھان کے ساتھ ساتھ اس کی جوانمردی مخالفین کی نگاہوں میں کھٹکنے لگی۔ کئی مقابلے بھی ہوئے لیکن جلد ہی یہ حقیقت تسلیم کر لی گئی کہ اس جوان مرد سے نبرد آزما ہونا کار دارد ہے۔ سوا چھ فٹ قد کا یہ کڑیل جوان اور کینیڈا ساخت کی 180 راس رائفل' دنیا کی طویل ترین مار کرنے والی واحد رائفل جو سٹیل بلٹ فائر کر سکتی ہے' یہ نوجوان اور اس کی رائفل مخالفین پر ہمیشہ بھاری ثابت ہوئے۔ ایک مرتبہ آتشین اسلحہ سے لیس ایک گروہ نے پیش قدمی کی لیکن بروقت اطلاع ملنے پر اس نوجوان نے مخالفین کے سامنے اور عقب میں فائر کئے۔ رائفل کی دہشت ناک آواز اس بات کا اعلان تھی کہ اگر آگے بڑھنے یا پیچھے ہٹنے کی کوشش کی تو خود ذمہ دار ہوگے۔ کلر کہار پولیس اسٹیشن کو مطلع کیا گیا اور 15 کلومیٹر سے پولیس نفری کی آمد تک وقفے وقفے سے اس کا فائر جاری رہا تا کہ کسی کو بھاگنے کا موقع نہ مل سکے۔ اس پر کئی پوشیدہ وار بھی ہوئے لیکن مخالفین کی ہر تدبیر ناکام ہوئی یہاں تک کہ نہ صرف خاندان بلکہ پورے علاقے میں اس نوجوان کی دلیری کی دھاک بیٹھ گئی۔

مخالفین جب ناکام ہو گئے تو اس سے نبٹنے کے لئے علاقہ کے نامی لوگوں سے رابطہ کیا گیا جن میں سے ایک معروف نام محمد خان ڈھرنالی کا تھا۔ وہ مقابل آیا تو اس نوجوان کی طرف سے جواباً 180 راس سے فائر ہوا جس کی منفرد آواز اپنی پہچان رکھتی تھی۔ محمد خان نے اس رائفل کی آواز کو پہچانا' یہ رائفل تو پنجاب میں ایک ہی شخص کے پاس تھی! خطہ ونہار کے موضع سیتھی کے ملک محمد اکرم اعوان کے پاس' جو اس کا ذاتی دوست تھا' گویا دھوکے میں اسے اپنے ہی دوست کے مقابلے لایا گیا تھا۔ اس طرح یہ نوجوان ناقابلِ تسخیر ہی رہا البتہ محمد خان ڈھرنالی کا یہ تعلق اس کے کام آ گیا۔ قریباً چالیس سال بعد جب اس کا انتقال ہوا تو ملکی سطح کی شخصیات اور علماء کی موجودگی میں نماز جنازہ کی امامت کا فریضہ جس شخص کے سپرد ہوا' وہ یہ نوجوان ہی تھا جس کی رائفل کی آواز سن کر پاسداریٔ تعلق نے محمد خان ڈھرنالی کے ہاتھ روک لئے تھے۔

یہ نوجوان اگرچہ واجبی سی دینی تعلیم حاصل کر سکا لیکن حمیت دینی سے مالا مال تھا۔ بزرگان دین سے انتہائی عقیدت تھی۔ قرب و جوار میں جب کسی معروف عالم یا بزرگ کی آمد کی خبر ملتی تو ملاقات کئے بغیر نہ رہ سکتا۔ مشہور پیر صاحبان اور علماء سے ملنے کے لئے طویل سفر کئے' کئی خانقاہوں پر حاضری دی لیکن جس کم یاب جنس کی اسے تلاش تھی وہ کہیں نظر آئی نہ کوئی شخصیت اسے متاثر کر سکی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت جیؒ (مولانا اللہ یار خاںؒ) ایک جید عالم اور جری مناظر کی حیثیت سے علاقہ بھر میں متعارف ہو چکے تھے۔

موضع سیتھی سے چند کوس کے فاصلہ پر چکوال خوشاب روڈ کا مشہور قصبہ پدھراڑ واقع ہے۔ یہاں ہر سال اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین مناظرہ ہوتا جسے علاقائی سطح پر بہت اہمیت دی جاتی۔ فریقین دور دراز کے دیہات سے جتھوں کی صورت شریک ہوتے لیکن راستے میں کوئی تصادم ہوتا نہ جلسہ گاہ میں بدامنی۔ یہ ایک طرح کا علمی دنگل تھا جس میں بدتر دلیل کا فریق

مخالف بھی اعتراف کرتا۔ 1958ء کے مناظرے میں اہل سنت کی طرف سے حضرت جی ؒ (مولانا اللہ یار خاں) کو مدعو کیا گیا۔

حضرت جی ؒ کے بارے میں اس نوجوان نے بہت کچھ سن رکھا تھا۔ غائبانہ عقیدت بھی پیدا ہو چکی تھی لیکن اب تک ملاقات نہ ہوئی تھی۔ آپ ؒ کی تشریف آوری کا سنا تو جلسہ شروع ہونے سے پہلے پدھراڑ پہنچا اور آپ ؒ کی خدمت میں حاضری کی نیت سے قیام گاہ کا پتہ کیا۔ یہ لوہاروں کا ایک گھر تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ ؒ مکان کی چھت پر ایک کوٹھڑی میں آرام فرما ہیں۔ کچا مکان، گارے سے بنی ہوئی سیڑھیاں اور چھت پر بمشکل چھ فٹ بلند ایک کوٹھڑی، چھوٹا سا دروازہ جس کا ایک کواڑ کھلا تھا۔ اندر نگاہ ڈالی تو سادگی کا عظیم پیکر دیکھنے میں آیا۔ مختلف آلات کاشت کاری، ہلوں کے دستے پھالے وغیرہ اور ٹوٹے پھوٹے ناکارہ سامان کے ساتھ ایک کھردری چارپائی، جس پر پرانی سی دری اور نیم میلا سرہانہ، اس بستر پر عام سے لباس میں حضرت جی ؒ آرام فرما تھے اور ململ کا ایک پٹکا سا چہرے پر ڈال رکھا تھا۔

وہ نوجوان حیران کھڑا سوچتا رہا کہ اس وقت کا جید عالم اور مانا ہوا مناظر لیکن دستار نہ جبہ، نزاکت نہ تفاخر۔ نہایت بے تکلفی سے بوریئے پر آرام کا یہ انداز اسے بہت اچھا لگا لیکن جلال ایسا تھا کہ انہیں جگانے کی جرات نہ کر پایا۔ آیا تو ملاقات کے لئے تھا لیکن دبے پاؤں واپس لوٹا، اگرچہ اس کا مزاج اس طرح کے آداب و قیود کا عادی نہ تھا۔

ظہر کی نماز کے بعد مسجد میں حضرت جی ؒ کی زیارت ہوئی لیکن یہاں ایک اور بات سامنے آئی۔ آپ ؒ نے ایک شخص کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ اہل تشیع کا جلسہ جا کر سنے اور تقاریر کے اہم نکات نوٹ کرلائے۔ آپ ؒ کا مطمع نظر یہ تھا کہ اگر صرف ان کے اپنے مذہب کی بات ہوئی تو الجھنے کا فائدہ نہیں، ہاں ان کی طرف سے اگر مذہب اہل سنت والجماعت پر اعتراضات کئے گئے تو ان کا مدلل جواب دیا جائے گا۔ جواباً تقریر گویا دوسرے روز متوقع تھی اور وہ بھی شیعہ مناظر کے طرز عمل سے مشروط۔ حضرت جی ؒ کی پہلے روز کی تقریر صرف اصلاح احوال امت کے موضوع پر تھی۔ نماز اور وضو کے مسائل کا بیان تھا، امت مسلمہ کی حالت زار کا ذکر فرمایا لیکن اس تقریر میں آپ ؒ کی زبان مبارک سے ایک ایسی بات بھی نکل گئی جو اس نوجوان نے پہلی مرتبہ سنی تھی۔ بیسویں صدی کے اس الحادی دور میں حضرت جی ؒ پورے اعتماد کے ساتھ فرما رہے تھے:

''مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے کہ میں تزکیہ باطن کی تربیت کر سکتا ہوں، حتیٰ کہ روحانی تربیت کرنے کے بعد طالب کی روح کو بارگاہ نبوی ﷺ میں پیش کر کے اسے نبی اکرم ﷺ سے روحانی طور پر بیعت بھی کرا سکتا ہوں۔ اگر کسی میں طلب ہے تو آئے اور اپنا دامن اس دولت سے بھر لے مگر یاد رکھو! میں آنے والے کو اندھیری کوٹھڑی میں بند کر دوں گا، شب و روز ذکر الٰہی کرنا ہوگا، خوراک سادہ اور محدود دوں گا اور وہ خود دیکھ لے گا۔''

کہاں آقائے نامدار ﷺ کا مبارک دور اور کہاں کفر و الحاد کا یہ زمانہ، درمیان میں صدیوں کے فاصلے حائل لیکن کس اعتماد کے ساتھ دعوت دی گئی تھی۔ کوئی ہے جو ان فاصلوں کو پاٹتے ہوئے در اقدس ﷺ پر حاضری کا طلب گار ہو؟ لوگوں نے اس اعلان سے کیا مطلب اخذ کیا؟ اسے حقیقت جانا یا استعارے کنائے کی زبان؟ لیکن اس نوجوان نے اعتماد و یقین کے بلند ترین درجہ کو پا لیا۔ جو کہا گیا اسے تعلّی سمجھا نہ استعارہ۔ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری سے بڑھ کر اور کیا عالی مقام ہو سکتا تھا۔ حضرت جی ؒ فرما رہے تھے، کوئی ہے جو اس مقام کا طالب ہو اور اس نوجوان کو خود سپردگی کا فیصلہ کرنے میں دیر نہ لگی جلسہ کا ماحول تھا، اس روز علیحدگی میں بات کرنے کا موقع نہ مل سکا تو اگلے روز حاضری کے عزم کے ساتھ واپسی کی راہ لی۔

راستے میں کچھ لوگ عادتاً اس روز کے جلسہ پر تبصرہ کرنے لگے۔ وہ تفنن طبع کے لئے آئے تھے اور پھبتیوں کی توقع رکھتے تھے لیکن حضرت جی ؒ کی خالصتاً اصلاحی تقریر سے ان کا یہ شوق پورا نہ ہوا تو کہنے لگے:

''بھئی اس عالم کا کیا فائدہ، اس نے تو شیعوں کے مقابلے میں کوئی بات ہی نہیں کی۔

صرف نماز روزہ کی تلقین کرتا رہا اور مسائل بیان کرتا رہا۔ یہ کون سی بڑی بات ہے۔''

حضرت جیؒ کے خلاف یہ بے سروپا گفتگو وہ نوجوان زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکا اور بولا :

''تمہارا اندازہ درست نہیں، یہ بہت عظیم انسان ہے۔ اس نے وہ بات کہی ہے جو اس وقت ہم سب کی ضرورت ہے۔''

وہ لوگ اس نوجوان کا مفہوم سمجھے نہ یہ ان کے بس کی بات تھی لیکن اس کے تیور دیکھ کر خاموش ہونا پڑا۔ حضرت جیؒ نے اس روز کی تقریر میں در اقدس ﷺ کی حاضری کے متعلق جو کہا تھا وہ اسے کیا سمجھ سکتے۔ یہ بات شاید انہوں نے سنی ہی نہ ہو اور کیسے سن پاتے! اس کے لئے تو قلب کی اہلیت درکار تھی اور پورے جلسے میں شاید ہی کوئی قلب حضرت جیؒ کے اس پیغام کو سمجھ پایا لیکن اس نوجوان کے دل میں یہ بات کھب گئی۔ وہ اگلی صبح کا منتظر رہا کہ اسے کب دوبارہ حضرت جیؒ کی خدمت میں حاضری نصیب ہو تو اپنے دل کی بات کہہ سکے۔

دوسرے روز حاضر ہوا تو حضرت جیؒ کی محفل کا رنگ بدلا ہوا پایا۔ معلوم ہوا کہ شیعہ مقرر نے اپنے جلسہ میں صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہل سنت پر تند و تیز اعتراضات کئے ہیں جن کا اس روز جواب دیا جائے گا۔ اہلسنت کا جلسہ ایک دوسری مسجد میں تھا جو امام باڑے کے قریب تھی۔ آج حضرت جیؒ کے چہرے پر جذبات کی گرمی عیاں تھی۔ شیعہ مقرر کی حد سے بڑھی ہوئی گستاخی نے اس مرد حر کو جواب دینے پر مجبور کر دیا تھا۔ جلسہ شروع ہوا تو حضرت جیؒ نے ابتدائیہ کلمات میں فرمایا :

''شیعہ حضرات کے مقرر نے بیہودہ اعتراضات کر کے اپنی دانست میں بڑا تیر مارا ہے مگر خوب سن لو! میں بفضل اللہ ان کے جوابات بھی مدلل طور پر دوں گا اور پھر مجھے حق ہے کہ سوال بھی کروں۔ شیعہ عالم کو چاہئے کہ وہ اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لئے ان کا جواب دے مگر خوب سن لو! یہ شیعہ عالم بھاگ جائے گا اور میرے سوالات کا جواب نہ دے سکے گا۔ شیعہ حضرات کو چاہئے کہ اسے جانے نہ دیں۔''

جلسہ شروع ہونے کے ساتھ ہی حضرت جیؒ کا یہ اعلان اس نوجوان کے لئے چونکا دینے والا تھا۔ کس اعتماد کے ساتھ کہا جا رہا تھا کہ شیعہ عالم بھاگ جائے گا، گویا حضرت جیؒ اس کو مقابلے کے میدان سے فرار ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ جلسہ ختم ہوا تو اس کی تصدیق بھی ہو گئی کہ شیعہ مقرر ظہر سے پہلے ہی وہاں سے جا چکا تھا۔ حضرت جیؒ نے اس کے اعتراضات کے بہت مدلل جواب ارشاد فرمائے لیکن جو سوالات آپؒ نے کئے تھے وہ ایک ناقابل تردید حقیقت کی طرح اپنی جگہ قائم رہے۔ ان کا جواب کسی کے بس کی بات تھی نہ اس شیعہ مقرر کے لئے ممکن، جو حضرت جیؒ کے فرمان کے عین مطابق راہ فرار اختیار کر چکا تھا۔

مولوی اسماعیل یوں تو مانا ہوا شیعہ مناظر تھا لیکن خوب جانتا تھا کہ حضرت جیؒ کے سوالات کے جواب دینا ممکن نہیں۔ مناظروں میں بارہا اس کا حضرت جیؒ سے سامنا ہوا اور ہر بار اسے لاجواب ہونا پڑا۔ یہاں بھی آپؒ کا چیلنج اس قدر جارحانہ تھا کہ مقابلے میں ٹھہرنے کی ہمت نہ ہوئی اور اس نے موقع پا کر فرار کی راہ لی۔

پدھراڑ کا جلسہ ختم ہوا تو حضرت جیؒ منارہ تشریف لائے۔ اس کے بعد علاقہ کے مختلف دیہات میں آپؒ کی اصلاحی تقاریر کا پروگرام ہفتہ بھر جاری رہا جس دوران یہ نوجوان مسلسل حضرت جیؒ کے ساتھ رہا۔ آمد و رفت پا پیادہ تھی۔ وادی کی اونچی نیچی پگڈنڈیوں میں یہ نوجوان حضرت جیؒ کا ہمسفر تھا لیکن دل کی بات زبان پر لانے کی ہمت نہ ہو سکی۔ آخر ایک روز موقع پا کر عرض کیا :

''حضرت! آپ نے جو دعوت تصوف کے لئے دی ہے، میں تو اس کا طالب ہوں۔''

حضرت جیؒ نے فرمایا :

''یہ مشکل کام ہے۔ زندگی بھر کی خواہشات نچھاور کرنا پڑتی ہیں۔''

پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی :

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ج

بیشک بادشاہ جب کسی شہر کو فتح کرتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور رؤسا ذلیل ہو جاتے ہیں۔(النمل۔34)

آپ ؒ نے مزید فرمایا :

''یہ عشق الٰہی ہے اور بہت بڑا بادشاہ ہے۔ جب یہ دل کو فتح کرتا ہے تو بہت تباہی مچتی ہے اور خواہشات کی دنیا زیر و زبر ہو جاتی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی بات ختم ہو گئی۔

حضرت جی ؒ کا دورہ مکمل ہوا تو انہیں بس پر سوار کرایا اور بوجھل دل سے رخصت کیا لیکن اس کے بعد دل کی بے قراری میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ منزل کی جھلک دیکھ لینے کے بعد اب مزید رکنا ممکن نہ تھا۔ چند روز گزرے تو حضرت جی ؒ کی خدمت میں چکڑالہ حاضری کے ارادے سے روانہ ہوا۔ تلہ گنگ میانوالی روڈ پر ونده شاہ بلاول تک بس کا سفر تھا اور وہاں سے چکڑالہ تک 13 کلومیٹر پیدل راستہ لیکن دل کی ایک نے کلی تھی جو اسے اڑائے لے جا رہی تھی۔ حضرت جی ؒ کی خدمت میں پہنچا تو کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ حضرت جی ؒ نے حال دل دیکھتے ہی فرمایا:

''تم بہت بروقت آئے ہو۔ دراصل اس کام کے لئے یہی عمر ہوا کرتی ہے۔''

پھر اس نوجوان نے عمر بھر کے لئے اس کام کا بیڑہ اٹھا لیا۔ شب و روز، ماہ و سال اس میں لگا دیئے۔ سفر و حضر میں حضرت جی ؒ کے ساتھ ہوتا۔ ونده شاہ بلاول سے چکڑالہ جاتے ہوئے آپ ؒ گھوڑے پر سوار ہوتے اور وہ رکاب تھامے، لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا ساتھ چلتا۔ اسی طرح ایک مدت گزر گئی اور سلوک کی منزلیں کٹتی چلی گئیں۔ وہ اوروں کے لئے نشانِ منزل بنا۔ اس کے ڈیرہ کو حضرت جی ؒ کے مستقر بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ موسم گرما میں چکڑالہ جب شدید گرمی کی لپیٹ میں ہوتا، آپ ؒ وادی ونہار کے اس پر فضا مقام پر طویل قیام فرماتے۔ آپ ؒ کی صحبت میں اللہ تعالیٰ نے اسے علم لدنی سے نوازا۔ قرآن فہمی عطا کی اور قوت بیان ملی۔ پھر اس نے خاندانی دشمنیوں کو صلح و آشتی میں تبدیل کیا۔ حالات بہتر ہوئے تو زمینداری کو سنبھالا۔ کاروبار میں ہاتھ ڈالا تو اس میدان میں بھی کامیابی عطا ہوئی۔ اب حضرت جی ؒ کے سفر کے لئے اس کی گاڑیاں حاضر تھیں۔ حضرت جی ؒ کے متعلقین کے لئے اس کا گھر لنگر خانہ بنا لیکن کبھی کبھی اس کے دل میں حضرت جی ؒ کے پہلے روز کے الفاظ کی بازگشت گونج اٹھتی :

''مگر یاد رکھو میں اندھیری کوٹھڑی میں بند کر دوں گا.........خوراک سادہ و محدود دوں گا .... اور زندگی بھر کی خواہشات نچھاور کرنا پڑتی ہیں۔''

کھرے لوگوں کا ہر معاملہ کھرا ہوتا ہے۔ ان کا ظاہر و باطن ایک ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے بھی معاملہ کرتے ہیں تو بالکل کھرا، جس میں ذرہ بھر کھوٹ نہیں ہوتا۔ یہ نہیں کہ ہر توبہ کی تہہ میں ہوس گناہ کی تلچھٹ موجود ہے۔ یہ نوجوان بھی بلا کا کھرا تھا، شیشے کی طرح شفاف۔ حضرت جی ؒ کی خدمت میں صاف صاف اور کھری بات بلا کم و کاست کہہ ڈالی :

''حضرت! اچھی سے اچھی سواری کا شوق ہے۔ ایک نہیں دو بیویاں ہیں۔ اس فقیری میں زندگی کی نعمتوں کو خیر باد کہنا ہے تو یہ فقیری ہمارے بس کی بات نہیں۔ ہاں، آپ سے اس تعلق کو چھوڑنا بھی ممکن نہیں، فقیری نہ سہی تو اس تعلق کو نباہنے کی اجازت دیں۔''

جواب میں حضرت جی ؒ نے فرمایا :

''تم فقیری بھی کرو گے اور شاہی بھی۔ تم حضرت خواجہ عبید اللہ احرار ؒ کی مثل فقیری کرو گے لیکن شاہانہ رنگ میں۔''

بظاہر یہ جملہ اس نوجوان کی تشفی اور دلجوئی کے لئے تھا لیکن آج یہی جملہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے اس وقت کے شیخ، حضرت امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کی ہو بہو تصویر ہے جسے حضرت جی ؒ ایک زمانہ قبل دیکھ چکے تھے۔ آج شاہی بھی ہے اور فقیری بھی، حضرت جی ؒ کے الفاظ کے عین مطابق :

''مثل حضرت خواجہ عبید اللہ احرار ؒ''

حضرت امیر المکرم کی شخصیت کے بہت سے پہلو ایسے ہیں جو صرف ان ہی کا طرۂ امتیاز ہیں لیکن ان میں سے تین خصوصیات ایسی ہیں جن کا حضرت جی ؒ کے حوالے سے یہاں تذکرہ ضروری ہوگا، تصدیق، تعلق اور تربیت۔

تصدیق :

شاید حضرت جی" کے ساتھ حضرت امیر المکرم کی پہلی ملاقات کو صرف اسی تناظر میں دیکھا جائے کہ ایک دیہاتی نوجوان ایک مشہور و معروف عالم کی تقریر سننے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو معمول کی یہ ملاقات آئندہ تعلق کی بنیاد بن گئی، بالکل اسی طرح جیسے کسی بھی نئے تعلق کے پیچھے کوئی عام سا واقعہ یا کوئی اتفاقی حادثہ ہوتا ہے۔ روزمرہ کا یہ اصول اس ملاقات پر صادق نہیں آتا جو اپنے احوال اور واردات کے لحاظ سے حضرت امیر المکرم کا ایک منفرد اعزاز ہے۔ ان کا یہ امتیاز پہلی ہی ملاقات میں حق الیقین کی حد تک حضرت جی" کے اعلام کی وہ فوری تصدیق ہے جو صرف شان صدیقیت ہی کا ایک پرتو ہے۔

حضرت جی" کے شاگرد اول ہونے کا شرف قاضی ثناء اللہ" (لیٹی والے) کو حاصل ہے لیکن ایک عرصہ تک وہ یہ باور کرنے سے قاصر رہے کہ انہیں جس رہبر کی تلاش تھی وہ حضرت جی" ہی تو تھے۔ قاضی جی" نے ایک عرصہ تک آپ" کو صرف ایک مولوی اور مناظر جانا لیکن آپ" کی شخصیت کے باطنی پہلو کا اس وقت تک ادراک نہ کر پائے جب تک حضرت جی" نے خود اپنی پہچان نہ کرا دی۔ ان کے بعد ڈھلی والے حاجی محمد خان کا حضرت جی" سے تعلق قائم ہوا تو ان کے لئے قاضی جی" کی ذات، جو علاقہ بھر میں اپنے ورع و تقویٰ کے لئے مشہور تھی، حضرت جی" پر اعتماد کی دلیل بنی۔

اسی طرح حضرت جی" کے ابتدائی متعلقین میں ایک اور نام بھی ہے، مولوی سلیمان۔ 1956ء میں بلکسر کے مناظرہ کے بعد حضرت جی" کا جب کبھی چکوال سے گزر ہوتا، آپ" مولوی سلیمان کے ہاں کچھ دیر ضرور رکتے۔ بعد میں یہ صاحب بہت تیز صاحب کشف مشہور ہوئے لیکن 1956ء سے 1960ء تک حضرت جی" کی شخصیت کا باطنی پہلو ان کی نگاہ سے اوجھل رہا۔ اسی طرح ہر بڑے نام کے ساتھ کچھ یہی صورت نظر آتی ہے کہ اس وقت مانا جب مانے بغیر چارہ نہ تھا۔ حضرت جی" کے الفاظ میں:

''میں نے بڑے بڑوں کو ڈنڈے کے زور سے منوایا ہے۔''

اس کے برعکس حضرت امیر المکرم کچھ دیکھ کر یا کسی اور کو دیکھ کر نہیں آئے۔ انہوں نے صرف اور صرف حضرت جی" کو دیکھا، کوئی دلیل نہ کرامت، کشف نہ مشاہدہ۔ حضرت جی" کو دیکھا اور بلا تامل مان لیا کہ یہ ہستی غلط بیانی نہیں کر سکتی۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ کی نسبت سے آپ" نے جو فرمایا ہے وہ حقیقت ہے۔ اتنی بڑی بات کہ میں طالب کی روح کو بارگاہ نبوی ﷺ میں پیش کر کے اسے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر روحانی طور پر بیعت کرا سکتا ہوں لیکن اسے ماننے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت محسوس کی نہ ذاتی مشاہدہ کی طلب ہوئی۔ بس شیخ کو دیکھا، پیغام سنا اور مان لیا۔ ان کا یہ دیکھنا دل کی نگاہ سے تھا۔ انہوں نے حضرت جی" کو ایک عالم یا ایک مناظر کی حیثیت سے نہیں، بلکہ دربار نبوی ﷺ کے ایک ایسے سفیر کی حیثیت سے پہچانا جو زمان و مکان کے فاصلوں کو طے کرانے کے بعد ایک طالب کو روحانی طور پر آقائے نامدار ﷺ کے حضور پیش کر سکتا تھا۔

یہاں چشم تصور میں لنگر مخدوم کا وہ منظر سامنے آ جاتا ہے جب حضرت جی" پہلی مرتبہ اپنے شیخ حضرت سلطان العارفین" کی قبر کے روبرو مؤدب بیٹھے تھے کہ اچانک حضرت مولانا عبدالرحیم" کی آواز سکوت کو توڑتی ہے :

''حضرت دریافت فرما رہے ہیں کہ مولوی صاحب امتحاناً آئے ہیں یا ارادتاً؟''

اس ایک سوال کے ساتھ ہی حضرت جی" اعتماد علی الشیخ کے بلند ترین مقام کو پا لیتے ہیں۔ اگرچہ امتحاناً آئے تھے لیکن ارادت کا اقرار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اس فوری تصدیق کی ایک نسبت صدیوں قبل اس وقت سے بھی ہے جب نبی آخر الزمان ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام دنیا بھر کے مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق" کے سامنے پیش کیا تو اس کی تصدیق میں لحظہ بھر بھی توقف نہ ہوا۔ یا اس فوری تصدیق کی نسبت اس گھڑی سے نظر آتی ہے جب کفار نے صدیق اکبر" سے کہا، کیا تو نے ایک نئی خبر سنی ہے؟ تیرا

دوست تو شب بھر میں بیت المقدس سے ہوتا ہوا آسمانوں کا چکر لگا آیا ہے؟ بغیر کسی توقف کے انہوں نے صرف اس قدر پوچھا' کیا یہ بات آپ ﷺ نے خود کہی ہے اور اگر ایسا ہے تو بلاشبہ درست ہے۔

یہ مقام صدیق حضرت صدیق اکبرؓ کا امتیاز ہے' البتہ اس کا ایک پرتو' ہلکی سی جھلک ان اہل اللہ کے ہاں بھی دیکھنے میں آتی ہے جنہیں مقام صدیقیت نصیب ہوا۔ شاید اسی لئے حضرتؒ سے جب حضرت سلطان العارفینؒ نے دریافت فرمایا کہ آپ امتحاناً آئے ہیں ارادتاً تو امتحان کو ارادہ اور شک کو یقین میں تبدیل کرنے میں لحظہ بھر بھی توقف نہ ہوا کیونکہ وہ مستقبل کے صدیق تھے۔ اسی طرح حضرت امیر المکرم نے روز اول ہی اعتماد علی الشیخ کا وہ اعلیٰ ترین مقام پا لیا جو مستقبل کے صدیق کی شان کو لازم تھا اور حضرت جیؒ کے ہزاروں متعلقین میں سے یہ صرف ان ہی کا اعزاز تھا۔

تعلق با الشیخ

جس طرح اعتماد علی الرسول ﷺ ایمان کی شرط اول ہے اسی طرح اعتماد علی الشیخ تصوف کا لازمہ ہے۔ اگر شیخ پر اعتماد کا واسطہ ذاتی کشف یا کسی اور شخص کا کشف ہے تو ان دونوں صورتوں میں اعتماد علی الشیخ بالواسطہ ہوگا۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جہاں شیخ پر اعتماد کی بنیاد کوئی درمیانی واسطہ ٹھہرا' شیخ سے تعلق دیرپا نہ ہو سکا اور واسطے کے مجروح ہونے کے ساتھ ہی شیخ پر اعتماد بھی اٹھ گیا۔ شیخ کے ساتھ ابتداء ہی سے بلاواسطہ اعتماد ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا لیکن اسے حاصل کئے بغیر استقامت محال ہے۔ شیخ پر اعتماد کے مختلف واسطوں میں کمزور ترین واسطہ کشف ہے اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ جہاں کشف اعتماد کا ذریعہ بنا' شیخ سے تعلق زیادہ دیر تک شیطانی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اس کی سب سے بڑی مثال مولوی سلیمان کی صورت سامنے آئی جنہیں کشفاً حضرت جیؒ کے احوال دیکھ لینے کے باوجود کسی اور صاحب کے ہاں مراقبہ استحضار کی صورت چمک دکھائی دی تو شیخ سے تعلق مجروح ہو گیا۔

حضرت امیر المکرم کی ایک امتیازی شان یہ بھی ہے کہ ایک طویل عرصہ تک انہیں انکشافات سے محفوظ رکھا گیا۔ حضرت جیؒ اور ان کے مابین کبھی کوئی اور شخص درمیانی واسطہ نہ بنا۔ اس طرح روز اول ہی سے ان کا اپنے شیخ سے تعلق بلاواسطہ تھا جو مضبوط چٹان کی طرح ہمیشہ غیر متزلزل رہا۔ حضرت سلطان العارفینؒ کے الفاظ میں :

''یہ سلسلے کے لئے چٹان ہے۔ انشاء اللہ اس چٹان کو ابلیس کی قوت نہ ہلا سکے گی۔''

اسی طرح حضرت جیؒ کے یہ الفاظ ان کے مضبوط تعلق شیخ کیلئے سند کا درجہ رکھتے ہیں :

''اگر ساری جماعت بھی مجھے چھوڑ دے' تو بھی یہ شخص مجھے کبھی نہ چھوڑے گا۔''

اعتماد اور محبت لازم و ملزوم ہیں۔ اگر اعتماد کی گہرائی دیکھنا ہو تو دل سے گواہی لیں کہ محبت کس درجہ کی ہے۔ حضرت امیر المکرم کی حضرت جیؒ سے بے پناہ محبت کا اظہار قدم قدم پر ہوا۔ یہاں صرف دو ایسے واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن کا تعلق ابتدائی دور سے ہے۔

حضرت امیر المکرم صرف انسانوں سے ہی نہیں بلکہ پالتو جانوروں سے بھی اس طرح محبت کرتے ہیں کہ وہ بھی ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ امریکہ میں انہیں اپنے پالتو ہرن کی موت کی خبر دی گئی تو ہزاروں میل دور آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور پھر غبار راہ (حضرت امیر المکرم کے بیرون ملک دوروں کی روئیداد جو ''غبار راہ'' کے نام سے شائع ہوئی۔) میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے۔ اسی طرح انہوں نے ایک اڑیال پالا ہوا تھا۔ لاڈ پیار میں بڑا ہوا تو سوچا کیوں نہ اسے سنت ابراہیمی کے مطابق قربان کر دیا جائے۔ پھر خیال آیا کہ اس قدر محبوب تحفہ شیخ کی خدمت میں پیش کروں تاکہ وہ اسے قربان کریں۔ اڑیال کو حضرت جیؒ کے پاس چکڑالہ چھوڑ آئے تو اس نے کھانا پینا موقوف کر دیا۔ ایک روز حضرت جیؒ کے داماد حافظ عبید اللہ نے کیسٹ پر حضرت امیر المکرم کی تقریر لگا دی تو یہ آواز اڑیال کو مانوس لگی' دیر تک سنتا رہا اور پھر چرنا شروع کر دیا لیکن زیادہ عرصہ جدائی برداشت نہ کر سکا۔ ایک دن اچانک گرا اور مر گیا۔ اڑیال کی اس محبت سے اس کے مالک

کی محبت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے لیکن اس کے مقابل شیخ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ حضرت جیؒ کے ہاتھوں اپنے محبوب اڑیال کی گردن پر چھری چلنے کو اظہارِ محبت کا ایک انداز سمجھا۔

مالی قربانی اس مادی دور میں مشکل ترین کام ہے۔ حضرت جیؒ کو ایک مرتبہ کچھ رقم کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت امیر المکرم کو معلوم ہوا تو اپنی گاڑی راولپنڈی بھجوا دی اور سود وزیاں کا حساب کئے بغیر ڈرائیور کو ہدایت کی کہ وہ اسے اتنی ہی رقم پر بیچ آئے جو حضرت جیؒ کی ضرورت تھی، کم نہ زیادہ۔ اصل قیمت تو کہیں زیادہ تھی لیکن مطلوبہ قیمت پر یہ گاڑی اسی روز فروخت ہو گئی۔ ڈرائیور جب حضرت جیؒ کی خدمت میں رقم لے کر حاضر ہوا تو آپؒ نے حسب دستور پوچھا، کیا گاڑی احاطے میں کھڑی کر دی ہے تاکہ بچوں کی شرارتوں سے محفوظ رہے لیکن ڈرائیور خاموش رہا۔ دو تین بار پوچھنے کے بعد صورت حال بتائی تو حضرت جیؒ نے ایک آہ بھری اور پھر دیر تک فضا میں دیکھتے رہے۔ کس قدر دعائیں ہوں گی جو آپؒ نے حضرت امیر المکرم کے لئے کی ہوں گی۔ آج ان کی فقیری میں امیری اور سواری کے لئے جدید ترین گاڑیاں، یہ حضرت جیؒ کی دعا ہی تو ہے۔

یہ کہنا شاید مشکل ہوتا کہ حضرت امیر المکرم کو اپنی محبت کے جواب میں حضرت جیؒ کی بے پناہ شفقت ملی یا حضرت جیؒ کی محبت کا یہ ایک پرتو ہے۔ یہ مشکل بھی حضرت جیؒ نے انہیں اپنا "مخلص و محبوب روحانی بچہ" فرما کر دور کر دی۔ اس ضمن میں حضرت جیؒ کے یہ الفاظ بھی قول فیصل کا درجہ رکھتے ہیں:

"تم سارے میرے مرید ہو، صرف اکرم میری مراد ہے۔"

گویا حضرت امیر المکرم کی شیخ سے بے پناہ محبت اپنی جگہ لیکن اس کا منبع بھی ان سے حضرت جیؒ کی محبت ہی تو ہے۔

تربیت

تصدیق اور تعلق کے بعد اگلا مرحلہ تربیت کا تھا۔ اس میں بھی جناب امیر المکرم کے ہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اب یہ ایک امر واقع ہے کہ حضرت جیؒ کے بعد سلسلہ کا بار امانت انہیں تفویض ہوا۔ اس ذمہ داری کے لئے انہیں اس طرح تیار کیا گیا کہ روز اول ہی سے حضرت جیؒ کی مستقل رفاقت کی صورت تربیت کا عمل شروع ہو گیا جو آخر وقت تک جاری رہا۔ ان کی تربیت اس وقت شروع ہوئی جب حضرت جیؒ اپنی ذات میں تنہا تھے لیکن جس شخص نے حضرت جیؒ کے بعد ان کے مشن کو سنبھالنا تھا، اسے نہ صرف تصدیق میں اولیت کا شرف ملا، اعتماد علی الشیخ میں کمال حاصل ہوا بلکہ مستقل تربیت کے لئے روز اول ہی سے حضرت جیؒ کی رفاقت نصیب ہوئی جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کے عین مطابق تھی۔ اس طرح ایک طویل مدت تک انہوں نے حضرت جیؒ کے زیر تربیت رہتے ہوئے نہ صرف تعلیمات نبوی ﷺ حاصل کیں بلکہ انعکاسی طور پر علم لدنی سے بھی نوازے گئے۔

مولانا محکم الدین فاضل دیو بند حضرت مدنیؒ کے براہ راست شاگرد تھے۔ حضرت امیر المکرم کا درس قرآن دو تین روز سنا تو پوچھنے لگے، یہ کہاں سے فارغ التحصیل ہیں؟ وہ یہ ماننے سے قاصر تھے کہ انہوں نے کسی مدرسے میں باقاعدہ تعلیم نہیں پائی۔ اس قرآن فہمی کے باعث حضرت امیر المکرم کا مفسرین کرام میں شمار ہوا جسے حضرت جیؒ کی ایک کرامت تسلیم کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ کسی کوتاہ عقل نے بنوری ٹاؤن سے حضرت امیر المکرم کے خلاف فتویٰ حاصل کرنے کے لئے یہ سوال لکھ بھیجا کہ حضرت جیؒ کے بعد، جو کہ ایک جید عالم تھے، کیا وہ ان کی جگہ شیخ طریقت کے منصب پر فائز ہو سکتے ہیں جبکہ انہوں نے کسی مدرسے میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی۔ وہاں کے مفتی صاحب نے بغیر کسی لمبی چوڑی تشریح کے دوٹوک جواب لکھ بھیجا کہ جو شخص پچیس سال تک مسلسل حضرت جیؒ کے زیر تربیت رہا جو اپنی ذات میں ایک عظیم یونیورسٹی تھے، اسے کسی اور مدرسے میں شاگردی کی ضرورت نہیں۔

حضرت امیر المکرم کا ایک اور امتیاز ترویج سلسلہ کی نسبت سے بھی ہے جس کا ذکر اگلے ابواب میں کیا جائے گا۔

تبدیلی پروگرام

سالانہ اجتماع

بعض ناگزیر وجوہات کے سبب سلسلہ عالیہ کا سالانہ اجتماع 4 جولائی 2002ء کی بجائے 11 جولائی 2002ء بروز جمعرات سے شروع ہوگا

ناظم اعلیٰ

مطلوب حسین

فون :۔ 042-5181808

اشتہار برائے تدریسی عملہ

سلسلہ عالیہ کے وہ بہن بھائی جو صقارہ تعلیمی اداروں میں پڑھانے کے لئے مطلوبہ تعلیمی استعداد اور تجربہ رکھتے ہوں اپنے مکمل کوائف زیر دستخطی کو 31 مئی تک ارسال کردیں۔ مطلوبہ اہلیت کے افراد کا تقرر ضرورت کے مطابق آسامیاں خالی ہونے پر کیا جائے گا۔

بریگیڈیئر (ر) امتیاز احمد خان

صدر انتظامی کونسل

صقارہ نظام تعلیم

فون رہائش / دفتر :۔ 042-5185150

واقعہ کربلا (خطاب اول)

یہ بڑی عجیب اور سمجھ سے بالاتر بات ہے کہ بندہ اسلام کا مدعی بھی ہو اور جس نبی کا کلمہ پڑھتا ہو اسی کے خاندان کو، اسی کی اولاد کو، اسی کے بچوں کو بے دردی سے کاٹ کر رکھ دے، اس اعتبار سے اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اس میں عجیب تر بات یہ ہے کہ واقعہ کربلا میں یا مرنے والے تھے اور یا مارنے والے تھے۔ ایک لق ودق بیابان تھا جو کوفہ شہر سے تین منزل دور تھا، ویرانہ تھا اور اس واقعہ کے عینی گواہ یا تو قاتل تھے کہ وہ اب اسے جس رنگ میں چاہیں بیان کریں اور یا خانوادۂ نبوی کی بچیاں اور خواتین تھیں اور بچوں میں سے ایک حضرت زین العابدین زندہ بچے تھے جو وقوعہ کے وقت بخار کی حالت میں پڑے تھے، کمسن بھی تھے۔ ساری زندگی انہوں نے اس بارے کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 22-03-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ٥

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ٥ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ٥ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ٥

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ٥

مَوْلَا يَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُوا۔

پچھلے جمعۃ المبارک کو بھی غالباً موضوع تو شہادت اور قربانی ہی تھا لیکن واقعہ کربلا زیر بحث نہ آسکا۔ غالباً میں نے یہ عرض بھی کیا تھا کہ انشاء اللہ اس پر بات کریں گے۔

واقعہ کربلا ہماری تاریخ کا ایک سب سے زیادہ الجھا ہوا واقعہ ہے اور تاریخ اسلام کا سب سے زیادہ اہم واقعہ بھی ہے۔ اہمیت اس کی اس اعتبار سے کئی گنا بڑھ جاتی ہے کہ شہید ہونے والوں میں خاندان نبوت ہے (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) اور شہید کرنے والے مسلمان ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے کوئی عجیب بات نہیں کہ خاندان نبوت شہید ہوا۔ خود انبیاء شہید ہوتے رہے اور بنی اسرائیل نے ستر ستر نبی ایک ایک دن میں شہید کر دیئے تفاسیر میں جس کی بہت سی روایات ملتی ہیں۔ لیکن قاتل اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ نہیں رکھتے تھے۔

یہ بڑی عجیب بات ہے اور سمجھ سے بالاتر بات ہے کہ بندہ اسلام کا مدعی بھی ہو اور جس نبی کا کلمہ پڑھتا ہو اسی کے خاندان کو، اسی کی اولاد کو، اسی کے بچوں کو اس بے دردی سے کاٹ کر رکھ دے، اس اعتبار سے اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اس میں عجیب تر بات یہ ہے کہ واقعہ کربلا میں یا مرنے والے تھے اور یا مارنے والے تھے۔ ایک لق ودق بیابان تھا جو کوفہ شہر سے تین منزل دور تھا، ویرانہ تھا اور اس واقعہ کے عینی گواہ یا تو قاتل تھے کہ وہ اب اسے جس رنگ میں چاہیں بیان کریں اور یا خانوادۂ نبوی کی بچیاں اور خواتین تھیں اور بچوں میں سے ایک حضرت زین العابدین بچے جو وقوعہ کے وقت بخار کی حالت میں پڑے تھے، کمسن بھی تھے۔ بچوں میں ان کا شمار ہوتا تھا اور بخار اس قدر تھا کہ وہ چارپائی سے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ یہی ان کے بچنے کا سبب تھا۔ ورنہ جو بچہ ہاتھ پاؤں کے بل چل کر بھی خیمہ سے نکلا وہ تیروں کی بوچھاڑ کی زد میں آ گیا۔ یا کسی دوسرے طریقے سے شہید ہو گیا۔ ان کے بچنے کا سبب یہ تھا کہ وہ صاحب فراش تھے اور ساری زندگی انہوں نے اس بارے کچھ ارشاد نہیں فرمایا کہ میں نے یہ دیکھایا

میں نے وہ دیکھا۔ جب دیکھا ہی کچھ نہیں تھا تو کیا فرماتے۔ حالانکہ وہ دمشق سے ہو کر مدینہ منورہ پہنچے، بقیدِ حیات رہے اور عمر طبعی پوری کر کے ان کا وصال ہوا۔ ائمہ دین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مفسر بھی تھے، محدث بھی تھے، فقیہہ بھی تھے اور مدینہ منورہ کے عابد اور زاہد لوگوں میں اپنے زمانے کے مثالی انسان تھے۔ بلکہ ان کا ایک واقعہ بڑا معروف ہے کہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے کہ اس مسجد کے ایک کونے میں آگ بھڑک اٹھی اور بڑی مخلوق جمع ہوگئی اور آگ بجھانے لگی اور آگ پر قابو پالیا۔ تو حضرت زین العابدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جب نماز سے سلام پھیر کر فارغ ہوئے تو پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت آگ لگ گئی تھی، لوگ جمع ہو گئے تھے انہوں نے آگ کو بجھا دیا اور آگ پر قابو پالیا۔ آپ کو خبر نہیں ہوئی کیا؟ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! مجھے خبر نہیں ہوئی۔ یہ عالم یہ کیفیت تھی آپ کی کہ نماز میں اس قدر استغراق تھا ذاتِ باری کے ساتھ اور اس قدر متوجہ الی اللہ تھے کہ اس گھر میں آگ لگ گئی، بجھانے والوں کا شور، پانی لانے والوں کا شور، لیکن سلام پھیرنے تک انہیں باہر کی خبر نہ ہو سکی۔ وہیں وصال ہوا۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ حق تو یہ تھا کہ واقعاتِ کربلا کو وہ بیان کرتے۔ انہوں نے نہیں کیا۔

کسی مصدقہ تاریخ میں، کسی قابل اعتبار کتاب میں خانوادہ نبوی کی قابل صد احترام خواتین سے کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ علمائے کرام نے تاریخی اعتبار سے اس کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس عہد کے لوگوں نے، اس عہد کی تاریخ نے، وہ یہ ملتا ہے کہ شہادت حضرت حسین اور آپ کے خاندان اور ہمراہیوں کے بارے میں خود یزید لاعلم تھا۔ بیعت لینے پر تو یزید کا اصرار تھا کہ حضرت حسین ؓ سے میرے لئے بیعت لی جائے لیکن اس نے قتلِ عام کا حکم نہیں دیا تھا اور اگر سوچا جائے تو سیاسی اعتبار سے اس کے حق میں نہیں جاتا تھا، اس کے اقتدار کے لئے خانوادہ نبوت کی مظلومانہ شہادت ایک چیلنج بن گئی

> **واقعہ کربلا ہماری تاریخ کا ایک سب سے زیادہ الجھا ہوا اور سب سے زیادہ اہم واقعہ ہے۔**

تھی۔ تو پھر یہ سارا کیا کرایا کس کا ہے، کس نے اتنا ظلم کیا، کون اتنا جفا جو، اتنا کینہ پرور تھا، کون اتنا شقی القلب تھا؟ کون ایسے انسان تھے جو اذان بھی کہتے تھے، باجماعت نمازیں بھی پڑھتے تھے، داڑھیاں بھی رکھی ہوئی تھیں اور اتنا ظلم بھی کر گزرے۔

یہ پہلا قتل یا پہلی شہادت نہیں تھی تاریخ اسلام میں۔ اپنے اعتبار سے یہ سازش سیدنا فاروق اعظم ؓ کی شہادت سے شروع ہوئی اور حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت پر پہنچی۔ اس کا بانی ایک یہودی تھا، عبداللہ ابن سباء۔ سنی اور شیعہ دونوں تاریخیں اس بات پر متفق ہیں کہ ابن سبا، یہودی تھا اور جب وہ یہودی تھا تو اس مذہب میں بھی وہ غلو کرتا تھا اور عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتا تھا اور جو اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھا تو اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خدا کا نزول یا اللہ جل شانہٗ کی مجسم صورت یا حلول قرار دیا۔ اور یہ جو خدائی اوصاف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ لگا دیئے گئے ہیں ان کا پہلا مبلغ ابن سبا، تھا جو بنیادی طور پر یہودی تھا۔

عہد فاروقی میں بھی اس پر نظر رکھی گئی لیکن عہد عثمانی میں سید عثمان ؓ نے اسے مدینہ منورہ سے نکال دیا۔ وہ مصر اور اس کے نواح میں چلا گیا، کوفہ گیا، مصر گیا، اس سیاحت میں اس نے اپنا ایک ہم خیال گروہ پیدا کیا۔ یہ سازش کی کڑی تھی جو یہود کے بڑوں نے بیٹھ کر سوچی کہ میدانِ کارزار میں لشکر اسلامی کا مقابلہ ہمارے بس میں نہیں ہے۔

یہود کی اور اسلام کی آویزش ظہور اسلام سے آ رہی ہے۔ صلح حدیبیہ بھی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا گیا کہ آپ فی الحال صلح کر لیجئے، مکہ مکرمہ کا خیال چھوڑ دیجئے لیکن آپ یہاں سے سیدھے خیبر جائیے ان فتحنک لک الفتح المبین یہ صلح فتح مبین بن جائے گی جب یہود کا غرور ٹوٹے گا، خیبر فتح ہوگا تو مشرکین بھی میدان چھوڑ جائیں گے اور اگر آپ مشرکین کو فتح کر بھی لیں

گے تو یہود منصوبے بنا کر انہیں بھڑکاتے رہیں گے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ سے واپس تشریف لا کر اس سال جو شرائط کفار نے رکھیں وہ بظاہر بڑی شدید تھیں کہ اس سال عمرہ بھی نہ کیا جائے اور آپ واپس چلے جائیں۔ اگلے سال عمرے کے لئے آئیں۔ کوئی آدمی مسلح نہ ہو اور شرائط بڑی عجیب وغریب تھیں کہ اگر ہمارا کوئی آدمی بھاگ کر آپ کے پاس آ جائے تو آپ ہمیں واپس کریں گے لیکن کوئی مسلمان ادھر سے بھاگ کر ادھر آ جائے تو ہم واپس نہیں کریں گے۔ اس طرح کی مختلف شرائط تھیں۔

بظاہر یہ لگتا تھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑا دب کر معاہدہ منظور فرمایا ہے بہت سی ایسی شرائط قبول کر لیں جو ناقابل برداشت ہیں لیکن اللہ نے فرمایا، یہ فتح مبین ہے۔ یہ شرائط از خود اڑ جائیں گے جب ان میں ہمت ہی نہیں رہے گی اور یہ حکم بھی خصوصی طور پر دیا کہ آپ خیبر میں انہی لوگوں کو لے کر جائیے جو حدیبیہ میں آپ کے ساتھ تھے۔

مدینہ منورہ کے جو لوگ حدیبیہ میں ساتھ نہیں تھے وہ بھی تڑپ رہے تھے لیکن آپ نے ایک فرد کو اجازت دی تھی شامل ہونے کی اور وہ حضرت جعفر طیار تھے جو ہجرت سے واپس مدینہ منورہ پہنچے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ ہوتے تو میں انہیں حدیبیہ میں بھی ساتھ لے کر جاتا لہٰذا انہیں خیبر میں ساتھ لیا جائے۔

واقعی جب خیبر میں یہود کی کرتوتی تو مکہ مکرمہ بغیر لڑائی کے فتح ہو گیا۔ ان کی آویزش تب سے آ رہی ہے۔ قرآن میں اللہ کریم نے اپنے محبوب ﷺ کو ان کی طرف پہلے متوجہ فرمایا تو اسی طرح مدینہ منورہ کے یہود کے ساتھ جو ہوا وہ بھی تاریخ میں موجود ہے لیکن جب وسیع دنیا پر افواج اسلام پھیل گئیں تو پھر انہوں نے سوچا کہ اب کوئی سازش کی جائے اور ایمانیات اور عقائد میں دخل اندازی کی جائے۔ اس میں انہوں نے بنیاد رکھی ''فضیلتِ حضرت علی ؓ'' کی۔ اس میں انہوں نے اتنا غلو کیا، اسے اتنا

یزید کا اصرار تھا کہ حضرت حسین ؓ سے میرے لئے بیعت لی جائے لیکن اس نے قتلِ عام کا حکم نہیں دیا تھا۔

بڑھایا کہ وصال نبوی کے بعد خلافت کا حق ہی انہی کا بنتا تھا لہٰذا جنہوں نے ان سے خلافت لے لی ان کا اسلام مشکوک ہے۔ اب یہ سارا جو ڈرامہ ہے اسے سٹیج کرنے کے لئے کوئی پلیٹ فارم تو چاہئے تھا، کوئی حادثہ چاہئے تھا جس کے لئے کوفے اور مصر، بلادِ مصر سے چند سو باغیوں کو تیار کیا گیا۔ حضرت عثمان ؓ کے خلاف۔ دس کے قریب اعتراضات تھے جو طبری نے واضح کئے ہیں اور مجھے دکھ اس بات کا ہوتا ہے کہ بعض اہل سنت علماء نے بھی وہ اعتراضات تو لکھے ہیں مگر ان کے جوابات نقل نہیں کئے۔ حالانکہ ان کے جوابات بھی طبری میں ہی موجود ہیں اور طبری کا مولف بھی رافضی تھا۔ اس کے باوجود اس نے وہ جواب بھی لکھے ہیں۔ باغیوں کی تعداد 900 سے 1200 تک لکھتے ہیں۔ حج کے دنوں میں یہ مدینہ منورہ پہنچے اور انہوں نے شورش بپا کی تو سیدنا عثمان ؓ نے مسجد نبوی میں اجلاس بلایا، باغیوں کو بھی بلایا، ان کے اعتراضات سنے اور ایک ایک اعتراض کا جواب منبر نبوی پر بیٹھ کر دیا۔

اکابر صحابہ جو موجود تھے جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی موجود تھے انہوں نے فرمایا کہ انہیں گرفتار کر لیا جائے اور ان سب کو قتل کر دیا جائے وگرنہ یہ امت مسلمہ میں پھوٹ ڈالنے کا سبب بنیں گے۔

یہ فراست عثمانی تھی اور جرات عثمانی تھی کہ ایک طرف ان کی افواج افریقہ میں دوسری طرف ہسپانیہ کے دروازے پر تیسری طرف چین کے دروازے پر دستک دے رہی ہیں اور چند سو باغیوں کے آگے وہ بے بس ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ آپ انہیں پکڑ کر، گرفتار کر کے قتل کروا دیں فرمایا، اگر میں انہیں قتل کروا دوں تو یہ اسی پلیٹ فارم کی تلاش میں ہیں، اسی کو بنیاد بنا کر یہ کہیں گے کہ آقائے نامدار ﷺ کے جانشین جو تھے وہ ظالم تھے، جابر تھے اور جس نے ان کے خلاف زبان کھولی اسے قتل کروا دیا گیا۔ اس طرح یہ ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ دیں گے۔

پھر یہ حرم نبوی ہے مدینہ منورہ، میں تو اس میں مکھی مارنا بھی گوارا نہیں کرتا چہ جائیکہ بندوں کا خون بہایا جائے۔ تو آپ نے فرمایا کہ آپ مدینہ منورہ کی حد حرم سے باہر تشریف لے جائیے تو فرمانے لگے کہ میں نے چوراسی سال زندگی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں رہنے کی خاطر بتا دی اب اگر میرا آخری وقت آ ہی گیا ہے تو اب میں آپ ﷺ کا شہر ہی چھوڑ دوں؟ جو ہوگا یہیں ہوگا میں برداشت کروں گا۔ اور یہ سعادت اپنے اعتبار سے عجیب تھی کہ ایک طاقتور حکمران جس کا ثانی روئے زمین پر اس زمانے میں کوئی دوسرا بادشاہ نہیں تھا، جس کے پاس اتنا لاؤ لشکر ہو، چند کمزور انسانوں کے ہاتھوں شہید ہو گیا لیکن اس نے کسی کو پلیٹ فارم مہیا نہیں کیا۔ ورنہ کسی نئے مذہب، کسی نئے عقیدے، کسی نئی تاریخ کی ایجاد وہاں سے ہی شروع ہو جاتی۔

یہ وہی باغی تھے جو قاتلین عثمان تھے جنہوں نے منصوبہ بنایا کہ حضرت معاویہ ؓ حضرت عمر بن العاص ؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان تین شخصیات کو ایک ہی دن شہید کر دیا جائے۔ باقی دو حضرات کی زندگی باقی تھی وہ ان کے ہتھے نہ چڑھے، کسی وجہ سے مسجد میں تشریف نہ لا سکے یا یہ بروقت نہ پہنچ سکے اور انہی سازشیوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو شہید کیا۔ لیکن شہادت حضرت علی بھی انہیں پلیٹ فارم مہیا نہ کر سکی اور انہوں نے بڑا سادہ سا حکم دیا کہ اگر میں بچ گیا تو پھر معاملہ میرے اختیار میں ہوگا لیکن اگر میں شہید ہو گیا تو میرے قاتل کو قتل کر دیا جائے۔ اب کوئی ایسا گروہ مارا جاتا، کوئی لڑائی چھڑ جاتی کوئی بڑا سانحہ ہوتا تو ایک پلیٹ فارم بنتا۔ وہ موقع بھی حضرت علی نے انہیں فراہم نہ کیا۔

جب یزید صریر آرائے خلافت ہوا تو یاد رہے کہ یزید، حضرت حسین ؓ کا قریبی رشتہ دار تھا اور عبداللہ ابن جعفر طیار کے گھر حضرت حسین کی ہمشیرہ بی بی زینت ؓ تھیں

> ہم سب سمجھوتے کی زندگی جی رہے ہیں میں بھی اور آپ بھی، پیر صاحبان بھی اور مولوی صاحبان بھی۔

اور عبداللہ ابن جعفر طیار کی دوسری بیوی سے جو بیٹی تھی وہ یزید کی بیوی تھی۔ اسی لئے سانحہ کربلا کے بعد حضرت زینب ساری عمر اپنی اس بیٹی کے ساتھ رہیں واپس مدینہ منورہ نہیں گئیں کیونکہ مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت حضرت عبداللہ نے یہ شرط لگا دی تھی بی بی زینب سے کہ میں حسین کو منع کر رہا ہوں کہ یہ سازشی انہیں دعوت دے رہے ہیں، انہیں نہیں جانا چاہئے لیکن اگر یہ جانے سے باز نہیں آتے یہ ضرور جاتے ہیں تو تم ساتھ مت جاؤ اور اگر جاؤ گی تو میرا اور تمہارا رشتہ ختم ہو جائے گا۔ انہوں نے جانا پسند کیا، ادھر سے طلاق ہو گئی چنانچہ واقعہ کربلا کے بعد وہ واپس مدینہ منورہ جانے کی بجائے انہوں نے بیٹی کے ساتھ رہنا قبول کیا۔ ساری عمر وہیں رہیں، دمشق میں فوت ہوئیں اور آج بھی ان کی مرقد منورہ دمشق میں موجود ہے۔

سانحہ کربلا کے بعد یزید بمشکل ایک سال زندہ رہ سکا اور سینے کے درد میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ بی بی زینب کو 14 سال یا 20 سال قید کس نے رکھا۔ یہ جو افسانہ ہے کہ وہ دمشق میں قید تھیں تو کس کی قید میں تھیں، یزید تو مر گیا، یزید کے بعد یزید کا بیٹا معاویہ ابن یزید صریر آرائے خلافت ہوا لیکن اس پر سانحہ کربلا کا اتنا اثر تھا کہ اس نے کہا کہ جس حکومت کی خاطر خانوادہ نبوی کا خون بہایا گیا میں اس حکومت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ چھ مہینے بعد اس نے خلافت چھوڑ دی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی اور باقی ساری عمر حضرت زین العابدین ؓ کا خادم رہا، لوٹا لے کر وضو کرواتا، خدمت کرتا۔

سو کیا یزید اس سارے واقعہ سے بری ہو جاتا ہے؟ نہیں، بری نہیں ہوتا۔ اس ظلم کا حکم تو اس نے نہیں دیا تھا لیکن جب یہ ظالم تمام خانوادہ نبوی کو شہید کرنے کے بعد حضرت زین العابدین اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نواسیوں اور بچیوں کو لے کر دمشق پہنچے تو ان ظالموں پر عدل نافذ کرنا فرض تھا یزید پر۔ لیکن اس نے حکومت اور اقتدار بچانے کے لئے قاتلوں سے بگاڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ خانوادہ نبوی کی عزت

کی، احترام کیا، رویا، معافی مانگی، ایک گارڈ ہمراہ کی، پیسوں کا ڈھیر دیا اور حضرت زین العابدین کا ساری عمر کے لئے وظیفہ مقرر کیا جسے یزید کے بعد آنے والی حکومتیں بھی ادا کرتی رہیں۔ جو تلافی ما فات اس کے علاوہ ہو سکتی تھی اس میں اس نے پوری کوشش کی ہے۔ اس نے فوج کا ایک دستہ ساتھ روانہ کیا جو انہیں مدینہ منورہ پہنچا کر آیا۔ لیکن قاتلانِ حسین کو عدالت کے کٹہرے میں اس لئے نہ لایا کہ ایک طرف سے تو بات جاتی رہی میں دوسری طرف سے بھی گم نہ کر دوں۔ اس کا یہ عمل اسے قاتلانِ حسین میں شامل کر دیتا ہے۔

علمائے اہل سنت کا جو اختلاف ہے اس کے ساتھ وہ یہ ہے کہ جس طرح کربلا کے ظالم قاتل تھے، قاتل کو تحفظ دینے والا، اس کو پناہ دینے والا اور اس کے ساتھ انصاف نہ کرنے والا حکمران بھی ویسا ہی قاتل ہے۔

کیوں اتنا سانحہ پیش آیا، یہ ایک ایسا عجیب عظیم سانحہ تھا جس سے پوری امت پر زلزلہ طاری ہو گیا اور اب تک جب بھی اس بات کا تذکرہ ہوتا ہے لوگوں کے دلوں میں درد اتر جاتا ہے اور جگر خون ہو کر آنکھوں سے بہتا ہے۔ اس کا فائدہ اس طاقت نے اٹھایا جس نے اسلام کے خلاف بغاوت کی بنیاد رکھی تھی اور سانحہ کربلا کو بنیاد بنا کر اسلام کے مقابلے میں اسلام کے نام پر ایک نیا فرقہ پیدا کر دیا جس کے کلمے سے لے کر جنازے تک سارے عقائد اور عقیدہ ذات باری سے لے کر رسالت تک سارے مختلف کر دیئے۔ اس سانحہ سے جو فائدہ یہودیوں نے اٹھایا وہ یہ تھا کہ بنیاد بدل دی، کلمہء اسلام بدل دیا۔ جس کلمے کے لئے حضرت حسین نے قربانی دی تھی وہ تھا لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ یزید نے کلمے میں تبدیلی نہیں کی، تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہ یزید نے نماز کی رکعت میں، نماز کے اوقات میں یا عبارت میں تبدیلی کی ہو یا فقہی احکام میں تبدیلی کی ہو، کسی عدالتی حکم میں کوئی تبدیلی کی ہو۔ کچھ بھی نہیں۔ من و عن جو خلافتِ راشدہ سے آ رہا تھا وہی تھا ایک نئی بات یہ ہو گئی کہ یزید شہنشاہ بن بیٹھا اور وہ چاہتا تھا کہ جو میری پسند ہو اس پر کوئی قانون لاگو نہ ہو۔ جو میں چاہوں، میری گرفت نہ ہو۔ میں اگر کسی قاتل کو بھی چھوڑ دوں تو چھوڑ دوں کیا فرق پڑتا ہے۔ کسی فقیر کو میں گورنر لگا دوں تو یہ میرا اختیار ہے۔ میں شہنشاہ ہوں اور حضرت عبداللہ ابن زبیر، حضرت عبداللہ ابن جعفر، حضرت حسین ؓ اور بے شمار اکابرین کو اس بات سے اختلاف تھا کہ تم بھی ایک عام آدمی ہو اسلام کی نگاہ میں۔ حکومت تمہاری نہیں ہے، یہ تمہارے پاس امانت ہے اور اگر تم اسے اپنی حکومت سمجھتے ہو تو ہم تمہارے ساتھ تعاون نہیں کریں گے لہٰذا اکابرین نے عبداللہ ابن زبیر ؓ سے مل کر مکہ مکرمہ میں الگ حکومت بنا لی وہ یزید کے ماتحت نہیں تھے اور زندگی بھر یزید مکہ مکرمہ فتح نہیں کر سکا۔ مسلم نے ابن عقبہ کو بھیجا۔ مدینہ منورہ پر تین دن تاریکی چھائی رہی اور تین دن قتل و غارت ہوتی رہی لیکن وہ مکہ کے راستہ میں ہی تھا کہ یزید مر گیا اور وہ نامراد واپس گیا۔

یزید حضرت حسین ؓ کا قریبی رشتہ دار تھا سانحہ کربلا کے بعد یزید بمشکل ایک سال زندہ رہ سکا۔

یزید کے بعد یزید کے بیٹے نے جب خلافت تج دی تو مروان ابن الحاکم حکمران بنا۔ مروان کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک اور ولید باری باری حکمران رہے۔ ولید کے زمانے میں حجاج بن یوسف نے مکہ فتح کیا اور آٹھ ذوالحجہ کو حضرت حسین ؓ مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ شیعہ سنی دونوں تاریخوں میں موجود ہے اور حرم میں حضرت عبداللہ ابن زبیر سے ان کی بات ہو رہی تھی اور وہ انہیں منع فرما رہے تھے کہ یہ کوفے والے یہ مسلمان نہیں ہیں یہ یہودی کی سازش کا شکار ہو چکے ہیں اور یہ آپ کو دھوکا دینے کے لئے بلا رہے ہیں لیکن ان کے خط پر خط آ رہے تھے اور ایک خط یہ تھا کہ اگر آپ بھی نہیں آئیں گے اور بادشاہ کی خود پسندی کا دروازہ اگر دین میں کھل گیا، اسلامی ریاست میں کھل گیا تو روز حشر ہم آپ کا دامن تھامیں گے اور نبی کریم صلعم سے عرض کریں گے کہ آپ کا نواسہ ہمیں سنبھالا دے سکتا تھا لیکن انہوں نے نہیں دیا۔

8 ذوالحجہ کو حاجی فجر کی نماز ادا کر کے منیٰ کو چل پڑتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت حسین مکہ مکرمہ تشریف فرما ہوں، آٹھ ذوالحجہ کو صحن حرم میں بھی ہوں اور چھوڑ کر چل دیں۔ کون سی ایسی آگ لگی ہوئی تھی آٹھ کو منیٰ جائیں، 9 کو عرفات رہتے ہیں۔ 10، 11 اور 12 کو پھر واپس منیٰ میں ٹھہرتے ہیں اور بہت جلدی نکلیں تو تیرہ ذوالحج کو نکلتے ہیں اور ایک منزل روز طے کریں تو محرم میں کربلا نہیں پہنچ سکتے کیونکہ تیرہ کے بعد اتنا وقفہ نہیں رہتا۔ پینتیس منازل ہیں۔ یہ اب بھی موجود ہیں اور راستہ بھی موجود ہے۔ پینتیس دن لگتے ہیں پینتیس میں سے چودہ نکال دیجئے باقی اکیس بچ گئے تو روزانہ ایک منزل بھی طے کریں تو 21 محرم کو بمشکل کربلا پہنچتے ہیں۔ یہ باقی سارا افسانہ یار لوگوں کا بنایا ہوا ہے۔ میں نے یہ ساری تاریخ لکھ دی تھی راہی کرب و بلا منزل بہ منزل، منازل کے نام بھی لکھ دیئے تھے، فاصلے بھی لکھ دیئے تھے۔ وہ کتاب ایران تک بھی گئی، ہندوستان میں علمائے دیوبند نے اسے چھاپ کر بڑا تقسیم کیا۔ کیونکہ میری کسی کتاب پر، کسی کیسٹ پر نہ رائلٹی ہوتی ہے نہ پابندی ہوتی ہے۔ جس کا جی چاہے چھاپے جہاں جی چاہے بھیجے۔ کسی نے آج تک جواب دینے کی تکلیف گوارہ نہیں کی۔ کیونکہ اس کا کوئی جواب ہے ہی نہیں۔ زمین بھی موجود ہے اور تاریخ بھی موجود ہے۔ یہ سانحہ کسی بھی تاریخ کو ہوا بہرحال محرم میں ہی ہوا۔

حضرت حسین ؓ کو اختلاف کفر اسلام کا نہیں تھا، اختلاف پسند و ناپسند کا تھا۔ اسے کفر اسلام کی جنگ بنانے والے لٹھ کھینچ تان کر بنا رہے ہیں ناں۔ اور اپنی نوعیت کا یہ واحد واقعہ ہے کہ وہی نماز، وہی کلمہ، وہی اسلام رکھنے کے مدعیوں نے اسی بے دردی سے چمنستان نبوت کو اجاڑ کر شاید کافر بھی جنگ میں اتنا ظلم نہ ڈھاتے۔

ایک راستہ اور بھی تھا اور وہ بڑا آسان راستہ تھا۔ وہ تھا سمجھوتے کا۔ آخر ہم

> **یزید اس سارے واقعہ سے بری نہیں ہوتا کیونکہ قاتل کو تحفظ دینے والا، اس کو پناہ دینے والا حکمران بھی ویسا ہی قاتل ہے۔**

سب بھی تو سمجھوتے کی زندگی جی رہے ہیں۔ میں بھی اور آپ بھی۔ پیر صاحبان بھی اور مولوی صاحبان بھی۔ ہم سب سمجھوتے کی زندگی جی رہے ہیں۔ اب بھی حکومتیں ہیں۔ مسلمانوں کے پاس ہیں اور دنیا میں چھپن ممالک پر مسلمانوں کی حکومت ہے۔ رعیت مسلمان، حکمران مسلمان لیکن کیا قانون قرآن وسنت کا ہے۔ خلافتِ راشدہ کا ہے؟ نہیں ہے نا.............! کیا ہم روک رہے ہیں.............؟ نہیں نا روک رہے! ۔ سمجھوتہ کیا ہوا ہے ناں کہ جائے جہنم میں جو جس کا جی چاہے کرے، میں خود تو نمازیں پڑھ لیتا ہوں۔ یہ سمجھوتہ حضرت حسین ؓ بھی تو کر سکتے تھے۔ لیکن اللہ کے بندے نے اتنا بڑا فیصلہ کیا.......... سب کے خاندان اپنے ہوتے ہیں۔ جی حضرت حسین کہہ سکتے ہیں کہ میرا اپنا خاندان ہے لیکن حسین کا اپنا خاندان نہیں ہے۔ یہ وہ خاندان ہے جس کے لئے شرعی احکام میں رخصتیں موجود ہیں۔ نبی کریم صلعم نے منع کر دیا کہ کوئی شخص اگر حالت جنب میں ہو تو مسجد نبوی میں داخل نہیں ہوگا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس گھر نہیں تھا حجرات مبارکہ میں سے ایک حجرہ عطا کر دیا اور حکم سے استثناء کر دیا کہ علی حالتِ جنب میں بھی مسجد سے گزر سکتا ہے اس لئے کہ اس کا گھر مسجد میں ہے۔ مل گیا نا استثناء۔ یہ تو وہ خاندان ہے جس کے لئے احکام شرعی میں استثناء کی گنجائش اللہ اور اللہ کے رسول نے رکھ دی اور یاد رکھیں اللہ بڑا کریم ہے اور احکام محض آزمائش کے لئے ہیں۔ وہ جب چاہے بدل دے۔ ایک صحابی آئے بارگاہ نبوی میں اور انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کہ میں روزے سے تھا اور رمضان کا مہینہ تھا لیکن میں بیوی کے پاس چلا گیا۔ آپ نے فرمایا! ساٹھ روزے مسلسل رکھو۔ عرض کی! یا رسول اللہ، تمیں میں تو یہ حال ہوا ساٹھ میں کیسے رکھوں گا۔ تمیں تو پورے کر نہیں سکا۔ توڑ بیٹھا ایک۔ فرمایا! ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ! اپنے بچوں کو کبھی صبح کو ملتا ہے شام کا نہیں ملتا۔ ساٹھ لوگوں کو کہاں سے کھلاؤں گا۔ فرمایا، بیٹھ

جاؤ۔ تھوڑی دیر میں کوئی ٹوکرا کھجوروں کا ہدیۃً بارگاہِ رسالت میں لے کر آیا۔ فرمایا، یہ ٹوکرا اٹھا لو اور غربا میں بانٹ دو، تمہارے روزے کا کفارہ ہوگیا، وہ بانٹ کر آ گیا، خالی ٹوکرا لے کر۔ پوچھا کہ کہاں بانٹ آئے ہو؟ عرض کی کہ مدینہ منورہ میں میرے بچوں سے زیادہ مسکین کوئی نہیں تھا، میں اپنے بچوں کو دے آیا ہوں۔ فرمایا، اچھا ٹھیک ہے، تمہارا کفارہ ہوگیا۔ روزے کا کفارہ بھی ہوگیا اور ٹوکرا کھجوروں کا بھی اپنے گھر دے آیا۔ اب یہ میرے اور آپ کے لئے تو یہ حکم نہیں ہیں ہم اگر روزے نہ رکھیں گے تو کفارہ دیں گے۔ نہ کوئی ہمیں کھجوریں دے گا نہ ہمارا کفارہ ادا ہوگا۔ یہ مستثنیات ہوتے ہیں کہ اللہ حکموں پر مجبور نہیں ہے اس کی پسند ہے اس نے احکام دے دیئے اپنے ساتھ تعلق رکھنے کے لئے جسے چاہے اس سے مستثنٰی کر دے اور یہ وہ خاندان ہے جس کی حرکات کو سکنات کے لئے ....

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھ رہے ہیں اور سجدے میں ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آ کر پیٹھ پر بیٹھ گئے جس طرح بچے کرتے ہیں۔ مجھے صحیح یاد نہیں لیکن غالباً 72 یا اس سے زائد تسبیحات نبی کریم صلعم نے سجدے میں پڑھیں۔ سجدہ طویل کر دیا اور اٹھے نہیں جب تک وہ پشت سے اتر نہیں گئے۔

کیا ہوتا اگر اٹھ جاتے؟ آدمی سجدے سے اٹھے تو اتنی چوٹ تو نہیں لگتی.........جس کے لئے حضور صلعم کو اتنا درد گوارا نہیں اسے تیروں اور تلواروں کا نشانہ بنانے کے لئے کتنا دل گردہ چاہیے۔ یا ان نشانہ بنانے والوں کا نبی علیہ السلام سے کون سا تعلق رہ جاتا ہے؟ پھر حضرت حسین کا خانوادۂ نبوت قربان کرنا اک چھوٹی سی بات کیلئے.........کہ کوئی بات حکمران کی بھی بیچ میں آ جائے تو خیر ہے، فرمایا، بالکل نہیں۔ یہ تو دروازہ کھل جائے گا۔ ہر آنے والا یہی کرتا رہے گا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ خاندان حسین کا اپنا نہیں تھا خاندان، محمد الرسول اللہ

سانحہ کربلا کو بنیاد بنا کر اسلام کے مقابلے میں اسلام کے نام پر ایک نیا فرقہ پیدا کر دیا گیا۔

صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اپنی جان دے دیتے.........یہ پوچھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بھی ہوسکتی ہے کہ قیامت کو اللہ کا نبی دامن پکڑ لے اور کہے کہ تو نے اپنی جان تو دی، اچھا کیا۔ میرا سارا خاندان تو نے کیوں تباہ کروا دیا۔ تو جواب میری سمجھ میں تو ایک ہی آتا ہے کہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ منشائے رسول کے خلاف نہیں ہوگا خواہ رسول کا خاندان بھی ذبح کروانا پڑے۔ وہ یہی عرض کریں گے کہ نانا! میں نے آپ کی منشا کو آپ کے خاندان سے مقدم رکھا ہے اس لئے کہ آپ کی منشا رب کی منشا ہے۔

آج کتنے حسین ہیں دنیا میں؟ آج کون سا حکمران دین کے مطابق کام کر رہا ہے؟ 14 صدیوں سے ہم نے شور مچا رکھا ہے، شہروں میں طوفان آ جاتا ہے، فوج کی ڈیوٹیاں لگ جاتی ہیں، رونے پیٹنے اور چھریاں مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ میدان میں اترو اور ثابت کر دو کہ ابھی حسین زندہ ہے۔ حسین کے ماننے والے زندہ ہیں۔ ہم اسلام سے باہر کسی کو قدم نہیں رکھنے دیں گے، پھر تو مزا آ جائے۔

سارا ہی کفر ہم نے اپنے اوپر مسلط کر رکھا ہے اور جو رہی سہی کسر تھی وہ امریکہ نے نکال دی ہے اور اب نئی تہذیب سے اور نئی روشنی سے ہم روشناس ہو رہے ہیں۔ ہمارے ٹیلی ویژن پر، ہمارے کمپیوٹر پر، ہماری ای میل پر جو دنیا کی برائی ہے وہ آ رہی ہے۔ اور ہم ہیں کہ اپنے اپنے کونوں میں دبک کر بیٹھے ہیں کہ خیر ہے یہ اس مسجد میں تو نہیں ہے نا.........حسین کے گھر پر کیا یزید سوار تھا؟ حضرت حسین مکہ مکرمہ رہ جاتے وہ تو حکومت ہی الگ تھی، وہاں خلافت راشدہ کا نظام رائج تھا۔ یزید جاتا جہنم میں جو مرضی کرتا۔ لڑائی کے لئے نکلنا تھا تو آج چودہ صدیوں بعد طالبان نے اعلانِ جنگ کیا امریکہ کے خلاف تو دنیا کا کون سا ملک ہے جس کے نوجوان وہاں شہید نہیں ہوئے۔ دنیا کا کون سا ملک ہے جس کے مسلمان شیشان کے لوگوں کی حمایت کے لئے نہیں پہنچے اور طالبان کے ساتھ، افغانوں کے ساتھ مل کر روس کے خلاف نہیں

لڑے۔

حج کا موقع تھا سارے مسلمان دنیا کے مکہ مکرمہ میں جمع تھے۔نواسہء رسول اگر جنگ پر نکلتا تو کتنا عظیم لشکر بنا کر چلتا۔ تو صرف خاندان کو لے کر جنگ پر جانا تو نہیں تھا۔ان کے دل میں بھی تھا کہ اتنی جرات نہیں ہے یزید کی۔ جب کوفے سے باہر آپ کو روکا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ دمشق چلتے ہیں کیونکہ کربلا مکہ اور کوفے کے راستہ میں نہیں ہے یہ کوفے اور دمشق کے راستہ میں پڑتی ہے تیسری منزل ہے۔ لیکن انہیں تو یہ حادثہ چاہیئے تھا ان کا تو پروگرام تھا کہ خانوادہ نبوی پر ظلم ہو، نواسہء رسول ذبح ہو اور پھر ہم ہی یہ شور مچائیں کہ انہیں ظلماً قتل کر دیا گیا اور ایک پلیٹ فارم مل جائے جس پر اسلام کے نام پر خلاف اسلام ایک بنیاد رکھ دی جائے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ یہ کوئی مذہب یا فرقہ نہیں ہے۔ یہ ایک اینٹی اسلامک موومنٹ ہے۔ ایک تحریک ہے خلاف اسلام۔ اس نے کلمہ بدل دیا۔ دو جملے تھے کلمے کے انہوں نے پانچ بنا دیئے۔ نماز کی عبارت بدل دی، رکعت بدل دی، طریقہ بدل دیا، نکاح کا طریقہ بدل دیا، طلاق کے احکام بدل دیئے، فقہی احکام سارے نئے مرتب کر دیئے اور جنازے کی دعائیں بدل دیں، طریقہ بدل دیا، سلیقہ بدل دیا........ پیدا ہونے سے دفن ہونے تک کا ایک متبادل اسلام بنا دیا۔ اور ہم ہیں کہ ہم مقابلے میں حقیقی اسلام پیش نہ کر سکے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دو بندے قتل کر دو بڑا کام ہو گیا۔ بندے ہی قتل کرنے تھے تو تحریک کیوں ختم ہوئی کسی چیز کی نقل کو ختم کرنے کے لئے اصول ہے کہ اصل کو عام کر دو۔ نقلی زیور بھی ملتا ہے آپ اصلی زیور کا ڈھیر لگا دیں مارکیٹ میں کون پاگل ہے جو اصل کو چھوڑ کر نقل کو خریدے گا۔ جہاں نقلی کپڑا بکتا ہے وہاں اصلی، اور یجنل کی دکانیں کھول دیں۔ نقلی اسلام بن گیا ہے تو آپ اصلی پیش کریں تا کہ جو لوگ اسلام کو چاہتے ہیں وہ اصلی کو گلے لگائیں۔ آپ نے یہ فیصلہ کر لیا کہ بندے دس مروا دو اس سے تو

> **حضرت حسین ؓ 8 ذوالحجہ کو مکہ میں موجود تھے۔ وہ روزانہ ایک منزل بھی طے کریں تو 21 محرم کو بمشکل کربلا پہنچتے ہیں۔ سانحہ کسی بھی تاریخ کو ہوا بہرحال محرم میں ہی ہوا**

تحریکوں کو عروج ملا کرتا ہے۔ لوگوں کی ہمدردیاں ملتی ہیں۔ مظلوم بن کر مزید ہمدردیاں حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے۔

تو شہادت کرب و بلا ایک ایسی عظیم شہادت ہے جس میں اسلام کا دعویٰ کرنے والوں نے خانوادۂ نبوی کو تباہ کر دیا۔ بظاہر نتیجہ تو یہ نکلا کہ شکست حضرت حسین ؓ کو ہوئی لیکن یہ شکست حضرت حسین کی نہیں تھی یہ آج کے مسلمان کی، میری اور آپ کی ہے۔ کہ یزیدیت دندنا رہی ہے چھپن اسلامک ریاستوں میں، حسینیت کا نام لینے والا کوئی میدان میں نہیں اترتا۔ یہ شکست ہماری ہے۔ حضرت حسین تو صبح کا ستارہ بن کر چلے گئے ملاء الاعلیٰ میں۔ اب جو ستارہ آسمان پر طلوع ہوتا ہے تو وہ تو راہ ہدایت بتانا، روشنی بکھیرنا اس کا کام ہے، شکست تو اس کی ہے جو سر اٹھا کر دیکھتا نہیں ہے اور بھٹکتا ہوا گمراہی کے جنگلوں میں اور کھنڈوں میں گر جاتا ہے۔

کربلا کی شکست آج کے مسلمان کی شکست ہے۔ اس وقت یزید کو شکست ہوئی تھی، اس کی سلطنت کا تختہ الٹ گیا، اس کے بیٹوں نے بھی نفرین بھیجی اور پھینک دی ریاست اٹھا کر لیکن آج شکست مسلمان کو ہے۔ آج کا یزید جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ آج کے یزید نے دین کے پرخچے اڑا دیئے۔ یہی پاکستان ہے اس میں کتنا اسلام تھا نصاب میں۔ صرف خدا اور رسول کا اور خلفائے راشدین کا نام تھا اس نئے سال سے پورے تعلیمی نصاب سے انہیں بھی ختم کر دیا گیا ہے۔ کسی نے اف کی ہے؟

سودی نظام ہے اور اللہ نے قرآن میں فیصلہ کر دیا کہ سود سے جو باز نہیں آتا اس کا اعلان جنگ ہے اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ۔ ابھی ہم نے مخالفت کی ہے لیکن کسی نے سود لینا چھوڑا ہے؟ چھوڑ ہی دیتے یار روکنا تو دور کی بات ہے۔

بات ابھی باقی ہے، وقت ختم ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ العزیز اگلے جمعہ کو یہیں سے پھر آگے چلیں گے۔

بحران بڑھتا جائے گا

غیاث الدین جانباز

جن دنوں افغانستان پر امریکی یلغار کے خلاف پاکستان میں بعض سیاسی مذہبی جماعتیں مظاہروں میں مصروف تھیں اور طالبان کے ساتھ اظہار یکجہتی کر رہی تھیں ان ہی دنوں محترمہ بےنظیر بھٹو طالبان، ملاں عمر اور اسامہ کی سخت ترین مذمت کر کے امریکی پالیسیوں کی تائید وحمایت فرما رہی تھیں اور ساتھ ہی طالبان سے یکجہتی کرنے والوں کو بنیاد پرست اور ملاں کے القابات سے نواز کر ملک میں ہونے والے مظاہروں کی مذمت کر کے امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی تگ ودو کر رہی تھیں۔ چند دنوں کے بعد دینی جماعتوں نے مظاہروں کا موڑ امریکہ مخالفت سے زیادہ پرویز مشرف مخالفت میں بنانا شروع کر دیا۔ تنظیم الاخوان نے کسی قسم کے مظاہروں میں شرکت کی بجائے دامے، درمے سخنے طالبان کی امداد کی۔ حضرت مولانا محمد اکرم اعوان نے کہا کہ مظاہروں اور طالبان کے نام پر ہم اقتداری سیاست کا حصہ نہیں بننا چاہتے۔ مولانا کی اس قسم کی تقریروں پر جو انہوں نے دارالعرفان منارہ میں کیں کئی مخالفین و ناقدین نے زبان طعن دراز کی۔ لیکن مولانا اپنے موقف پر قائم رہے اور عملی امداد میں مصروف رہے۔

آخر آج حضرت جی کے موقف کی صداقت واضح ہو رہی ہے۔ طالبان سے اظہار یکجہتی اور امریکہ سے اظہار محبت کرنے والی جماعتیں یکجا ہو رہی ہیں تاکہ پاور پالٹکس میں حصہ لے سکیں۔ بےنظیر آج بھی طالبان دشمنی اسامہ دشمنی اور جہاد دشمنی میں اسی موقف پر قائم ہیں بلکہ جماعت اسلامی سے بات کرنے کی روادار نہیں تھیں لیکن امریکہ نواز بےنظیر سے قاضی حسین احمد گالیاں کھا کے بھی بدمزہ نہیں ہوئے بلکہ آئین اور جمہوریت کے لئے مشترکہ جدوجہد کے لئے بےنظیر سے ملنے کے لئے بےقرار ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن قاضی حسین احمد شاہ احمد نورانی جمہوریت کی بقاء و بحالی کے لئے سیکولر قوتوں کے ساتھ اشتراک عمل اور اکتوبر انتخابات کے لئے سیٹ ٹو سیٹ ایڈجسٹمنٹ پر آمادہ ہیں۔ ان کی ملاقاتیں ہم خیالوں کے ساتھ بھی جاری ہیں اور بےخیالوں کے ساتھ بھی۔ اسلامی نظام کا نام بھولے سے ان کے لبوں پر نہیں آتا۔ صدر پرویز مشرف حقیقی جمہوریت لانے میں مصروف ہیں جبکہ پرانے کھلاڑی جمہوریت کی بحالی کے غم میں مبتلا ہیں۔ عوام محو تماشہ ہیں۔ انہیں پتہ ہی نہیں چل رہا کہ حقیقی جمہوریت کا کیا مطلب ہے اور جمہوریت کی بحالی کے دعویدار کس جموریت کو بحال کرانا چاہتے ہیں۔ عوام مہنگائی سے پریشان ہیں دوکاندار گاہکوں کا منتظر ہے اور شدید کساد بازاری کا شکار ہے۔ بیروزگاری نوجوانوں کو ڈاکے ڈالنے کے کلچر سے متعارف کرا رہی ہے کسی کی جان و مال محفوظ نہیں۔ عوام کے حقیقی مسائل کے حل کے لئے حقیقی جموریت لانے کے دعویدار حکمران کچھ کرتے نظر آتے ہیں نہ ہی جمہوریت کی بحالی کے نعرے لگانے والوں کو ضرورت ہے کہ احتجاج کریں۔ عوام سب سے مایوس ہیں لیکن سچائی کی راہ بتانے والوں کی طرف بھی متوجہ ہونے کے لئے آمادہ نہیں۔ عوام خود ہی دلدل میں پھنسے رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھنے کی عادت وہ بھی ترک نہیں کرنا چاہتے۔ بےنظیر کے اقتدار میں انہیں نواز شریف امید کی کرن نظر آتا ہے اور نواز شریف کے اقتدار میں بےنظیر کی شکل میں انقلاب دکھائی دیتا ہے۔ فوج کے اقتدار میں اب نواز شریف اور بےنظیر دونوں ہی ان کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ مولانا محمد اکرم اعوان سے وہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ذکر اذکار کے ذریعے اسلامی انقلاب کی کرامت دکھا سکتے ہیں تو دکھا دیں لیکن بدر واحد کے میدان سجانے کی بات نہ کریں۔ جس قوم کی ذہنی کیفیت اس حد تک جا پہنچے اسے معجزوں کی بجائے عذاب کا انتظار کرنا چاہئے۔

پاکستان کا بحران ایسی عمودی وافقی شکل اختیار کر چکا ہے کہ صورت حال گھمبیر ہو چکی ہے۔ حکومت اور سیاسی جماعتوں کا منشور ایک ہے۔ سب کے پاس جو منشور ہے وہ عالمی بنک اور آئی ایم ایف کا عطا کردہ ہے۔ سب کا ایجنڈا نیو ورلڈ آرڈر کی تکمیل ہے۔ سب کی نکیل چچا سام کے ہاتھ میں ہے۔ پاکستان کا بحران اس وقت تک حل نہیں ہو سکتا جب تک اس سرزمین پر اللہ جل شانہٗ کا عطا کردہ نظام رائج نہیں ہوگا۔ اللہ کا نظام نافذ کرنے کے لئے وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا جو اللہ کے پیارے محبوب ﷺ نے اختیار کیا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ بحران بڑھ رہا ہے اور بڑھتا ہی جائے گا خواہ کوئی آئے کوئی جائے۔

☆☆☆☆☆☆

واقعہ کربلا (خطاب دوم)

دنیا کا کفر اس بات پر متحد ہے کہ اسلام کے نام لیواؤں کو مٹادو۔ ان کا مسلمانوں کے خلاف متحد ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن یہ گلہ گو جو اسی صف میں کھڑے ہیں انہیں کس کھاتے میں، کس خانے میں شمار کیا جائے۔ جو دعویٰ اسلام رکھنے والے حکمران، حکومتیں اور ان ملکوں کے شہری، میں اور آپ، جب ہم سارے اس صف میں کھڑے ہیں اور ہم بھی یہی رائے دے رہے ہیں کہ یہ جو اللہ کو سجدے کرتے ہیں یہ دہشت گرد ہیں، انہیں مارو ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ تو کیا ہم میں اور قاتلانِ خانوادۂ نبوت میں کوئی فرق رہ جاتا ہے؟

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 29-03-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ٥

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ٥ اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُم مُّصِیبَةٌ" قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ" مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ" وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ٥

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ" بَلْ اَحْیَآءٌ " وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ٥

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ٥

مَوْلَا یَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ مَنْ ذَانَتْ بِهِ الْعُصُرُوْا.

گزشتہ 2 جمعوں سے اس موضوع پر بات چل رہی ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے اپنے بندوں کے لئے بطور آزمائش.........اس لئے نہیں کہ آزما کر وہ جاننا چاہتا ہے، وہ تو جانتا ہے اور اس کا علم قدیم ہے جو ہو چکا وہ بھی جانتا ہے، جو ہو رہا ہے وہ بھی جانتا ہے اور جو ہونے والا ہے وہ بھی اس کے علم میں ہے۔ اس کا علم قدیم بھی ہے اور حضوری بھی ہے۔ اس کے علم میں ماضی مستقبل نہیں ہے ہر چیز، ہمہ وقت اس کے روبرو حاضر ہے دستہ بستہ۔

انسانوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے، انسانوں کو آزمایا جاتا ہے تاکہ کل جب بارگاہ الٰہی میں واپس آئیں تو وہاں پہنچ کر تو ہر کوئی محبت الٰہی کا مدعی ہوگا لیکن اس کا کردار اس کے سامنے ہوگا اور پتہ چلے گا کہ اسے کون سی شے محبوب تھی، کس سے محبت تھی، کس کے عشق میں مبتلا تھا اور کیا واقعی اللہ سے محبت تھی۔ اس کے لئے فرمایا! وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ کسی قدر آزمایا جائے گا تمہیں خوف مسلط کر کے......... مفادات کے جانے کا خوف، جان کے جانے کا خوف، دنیاوی نقصانات کا خوف، کسی کے بڑے طاقتور ہونے کا خدشہ، وَالْجُوعِ بھوک سے، کبھی قحط سالی یا کاروبار میں نقصان یا غربت یا ملازمت چھوٹ گئی، کوئی نہ کوئی طریقہ ایسا ہو جائے گا کہ بھوک میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ کبھی مال و دولت میں خسارہ آ جائے گا۔ وَالْاَنفُسِ کبھی جانیں دینا پڑیں گی۔ خاندان کے افراد قربان ہو جائیں گے۔ دوست، احباب قربان ہو جائیں گے۔ عزیز اور رشتہ دار قربان ہو جائیں گے۔ وَالثَّمَرَاتِ اور کبھی نتائج جن کے لئے تم محنت کرتے ہو، فصلیں کاشت کرتے ہو، نتیجہ اس کا پھل ہوتا ہے، باغات لگاتے ہو اس کا نتیجہ پھل ہوتا ہے، سیاسیات میں، کاروبار میں محنت کرتے ہو اس کا ایک پھل اور ثمر کے انتظار میں رہتے ہو۔ کبھی یہ تمہاری توقع کے خلاف ہوگا اور اس میں کمی آ جائے گی۔

آپ ﷺ کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے میرے حبیب! کامیاب ہونے والوں کو ابھی سے مبارک دے دیجئے۔ کامیاب ہونے والے کون ہیں؟ فرمایا!

بشر الصابرین صبر کرنے والوں کو مبارک دیجئے۔ صبر ہوتا ہے کسی بھی حادثے، کسی بھی واقعے، کسی بھی خوف، کسی بھی ڈر سے متزلزل نہ ہونا اور اپنی جگہ پر قائم رہنا۔ لغوی اعتبار سے عربی میں صبر، باگ کھینچ کر ایک جگہ روک لینے کو کہتے ہیں۔ جس طرح گاڑی کو بریک لگا کر ایک جگہ آپ روک دیتے ہیں، گھوڑے کی باگ کھینچ کر ایک جگہ روک دیتے ہیں، رک جانے کو، جم جانے کو صبر کہتے ہیں۔

ہمارے ہاں ایک غلط العام معنیٰ ہے اس کا کہ نقصان ہو جائے تو رونا دھونا نہ کرے تو وہ صبر ہے۔ صبر زندگی میں اطاعت الٰہی پر جم جانے کا نام ہے۔ نفع ہو یا نقصان، کمی آئے یا بیشی، ڈر ہو یا خوف، اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت پر اپنے آپ کو روک لے، یہ صبر ہے۔ فرمایا! صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے اور وہ، وہ لوگ ہیں اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ" جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے قَالُوْٓا تو وہ کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ بے شک ہم، ہماری ذات، ہمارے عزیز و اقارب، ہمارے متعلقین، ہمارا مال و دولت سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے اور اس سب کچھ کو پلٹ کر اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ" مِّنْ رَّبِّھِمْ ایسے لوگ جن کا یہ کردار ہوتا ہے ان پر اللہ کی طرف سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اللہ کی طرف سے برکتیں نازل ہوتی ہیں وَرَحْمَۃٌ" اور طرح طرح کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ اور یہ وہ لوگ ہیں جو صحیح راہ پر ہیں، ہدایت یافتہ ہیں۔ تو فرمایا! اس راہ میں جن کی جان چلی جاتی ہے وہ تو ایسے عظیم لوگ ہوتے ہیں کہ انہوں نے موت کو شکست دے دی۔ اللہ کی توحید پر، نبی کی رسالت پر، دین حق کی حقانیت پر اگر کوئی قربان ہو گیا تو فرمایا کہ :-

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ" جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو۔ ظاہر ہے کہ قتل کا فعل بدن پر صادر ہوتا ہے۔ پرخچے اڑ جاتے ہیں، سینہ پھٹ جاتا ہے، گردنیں کٹ جاتی ہیں اور آج کل تو آتش، آہن کی بارش ہوتی ہے اور میتیں ناپید ہو جاتی ہیں، جل جاتی ہیں، ڈھونڈنے سے ملتی نہیں ہیں۔ جب ملتی بھی ہیں تو انہیں دفن کیا جاتا ہے، ان کی قبر بنتی ہے، فرمایا! اس سب کے باوجود انہیں مردہ نہ کہو۔ اگر وہ مردہ نہیں ہیں تو بارِ الٰہا کیا ہیں وہ؟ فرمایا! بَلْ اَحْیَآءٌ" یہی تو وہ لوگ ہیں جو در حقیقت زندہ ہیں۔ جنہیں تم زندہ سمجھتے ہو ان میں سے تو اکثر ایسے ہیں جو چلتی پھرتی لاشیں ہیں۔ اکثر لوگ ایسے ہیں جن کے اندر کا انسان مر چکا ہے اور ان کا وجود اس میت کو لے کر پھر رہا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لایا، اللہ کے رسول خاتم النبیین پر ایمان نہیں لایا، جنہوں نے اللہ کی آخری کتاب کو نہیں مانا، جنہوں نے عدل و انصاف کا راستہ از خود متعین کرنے کی کوشش کی۔ دیکھیں کہ کیسی عجیب بات ہے کہ کائنات کا خالق اللہ رب العزت ہے۔ جس طرح اس نے مخلوق بنائی اسی طرح اسے حق حاصل ہے کہ وہ مخلوق کے حقوق کی حدود متعین کرے۔ کس چیز کو کس طریقے سے، کس سلیقے سے، کس حد تک آپ اسے استعمال کر سکتے ہیں یہ بتانا بھی اسی کا کام ہے۔ فرد کا کیا حق ہے، اس کی آزادی کیا ہے، خود مختاری کیا ہے، کہاں جا کر اس کی آزادی کی حدود ختم ہوتی ہیں یہ بتانا، یہ متعین کرنا اس کا حق ہے۔ جو کسی کی حدود کو پھلانگتا ہے، دوسرے کے حقوق میں مداخلت کرتا ہے اس کا مواخذہ کس طریقے سے ہو، کس جرم کی کیا سزا ہو۔ یہ حق اس کو ہے جو مخلوق کا خالق ہے اور یہی اسلام ہے۔

> **جنہیں تم زندہ سمجھتے ہو ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو چلتی پھرتی لاشیں ہیں جن کے اندر کا انسان مر چکا ہے۔**

لیکن آج جو لوگ کائنات کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں اور بندوں کو اپنا غلام جانتے ہیں اور اپنی رائے، اپنی پسند سے حدود اور حقوق متعین کرتے ہیں اور دیکھا ہے کہ کبھی تو وہ لوگ جنگلی جانور کے مرنے پر افسردہ ہیں اور جنگلی حیات کے تحفظ کے لئے کھربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں اور کہیں لاکھوں انسانوں کو بلاوجہ تباہ کر

دیا جاتا ہے اور کسی کا ایک آنسو نہیں بہتا............

یہ انسانوں کا انصاف ہے........... اس کا اپنا ایک انصاف ہے اور اس کے قیام کے لئے جو لوگ جانیں تک دے دیتے ہیں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے موت کو شکست دے دی اور حقیقتاً زندہ ہیں اور جو لوگ اللہ کے بنائے ہوئے قاعدے، قانون، عدل اور انصاف کی پرواہ نہیں کرتے، لوگوں سے ڈرتے ہیں اور لوگوں کے بنائے ہوئے ظالمانہ نظام کو اپنا کر زندہ رہتے ہیں، سمجھوتوں سے زندگی گزارتے ہیں وہ تو پہلے ہی مردہ ہیں۔

ایک عرب شاعر نے کہا تھا و اجسامھم قبل القبور قبور قبر میں جانے سے پہلے ان کے بدن، ان کے ضمیروں اور ان کی روحوں کی قبریں بن گئے۔ یہ تو چلتی پھرتی قبریں ہیں۔ زندہ وہ لوگ ہیں جو قبر کی گود میں بھی سو گئے مگر احکام الٰہی کے نفاذ کے لئے جانوں کا نذرانہ دینے سے گریز نہیں کیا۔ فرمایا۔ بَلۡ اَحۡیَآء" ہم زندہ تو وہ ہیں وَلٰکِن لَّا تَشۡعُرُوۡنَ لیکن تم سمجھ نہیں رکھتے۔ انسانی عقل اپنی ساری بلندیوں کے باوجود اس بات کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتی کہ قبر میں سونے والا زندہ ہے اور زمین پر چلنے والا مردہ ہے۔

حضرات گرامی! اس ضمن میں ہم گزشتہ 2 جمعوں سے واقعہ کربلا پر بات کر رہے تھے۔ کربلائے معلّٰی میں جو کچھ ہوا اس کی حیثیت ایک اور مختلف انداز سے زیادہ اہم ہو جاتی ہے کہ وہ مقاتلہ اور یہ مقابلہ ان دو قوتوں میں ہو جن میں سے ایک اللہ کو مانتی ہو اور دوسری جو عظمت باری پر ایمان نہ رکھتی ہو۔ فرمایا! مومن اور کافر کا مقابلہ اور مقاتلہ ہے۔

واقعہ کرب و بلا میں ہمیں عجیب صورت حال نظر آتی ہے کہ قاتل بھی اسلام کا دعویٰ کرتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں تیغ ہے وہ بھی خود کو مسلمان کہلواتا ہے اور جس کی گردن کٹ رہی ہے وہ بھی خود کو مسلمان کہلواتا ہے۔ جان دینے والا صرف عام مسلمان نہیں ہے۔ جان

عجیب صورت حال ہے کہ جس کے ہاتھ میں تیغ ہے وہ بھی خود کو مسلمان کہلواتا ہے اور جس کی گردن کٹ رہی ہے وہ بھی خود کو مسلمان کہلواتا ہے

دینے والے جگر گوشے ہیں محمد الرسول اللہ ﷺ کے، جان دینے والے اس نبی کی اولاد ہیں جس کے روضہ اطہر کی زیارت کر کے چودہ سو سال بعد بھی کوئی آئے تو لوگ اس بندے کی زیارت کو جاتے ہیں۔

کسی شاعر نے کہا تھا :۔

سیاہی آنکھ کی لے کر میں تجھ کو نامہ لکھتا ہوں
کہ جب نامے کو تو دیکھے میری آنکھیں تجھے دیکھیں

ایک قلبی تعلق ہوتا ہے ایک رشتہ ہوتا ہے۔ کوئی جو روضہء اطہر کی جالیوں کو دیکھ کر آتا ہے، کوئی جو اس مدینہ منورہ کو دیکھ کر آتا ہے جس کی گرد میں وہ مدینہ منورہ چھپ چکا ہے جو محمد الرسول اللہ ﷺ کے قدم چوما کرتا تھا۔

صدیوں کے سفر نے شہر کی گلیوں کو بھی پوشیدہ کر دیا اور ریت کے ذروں کو بھی چھپا دیا ہے، خاک کو بھی چھپا دیا ہے۔ ہاں، کوئی کوئی چٹان یا اُحد جیسا پہاڑ، یا شاید یہ بوڑھا آسمان یا سورج اور چاند وہی ہیں جنہوں نے محمد الرسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا۔

بیت اللہ کی بے شمار عظمتیں ہیں، تجلیات ذاتی کا مہبط ہے لیکن ایک بات اور بھی ہے جس کا احساس وہاں جا کر ہوتا ہے کہ یہ وہ پتھر ہیں جن پر نگاہ محمد الرسول اللہ ﷺ پڑی تھی۔ بعینہٖ وہی پتھر ہے۔ فرش وہ نہیں ہے۔ گرداگرد کی مسجد وہ نہیں ہے، دیواریں وہ نہیں ہیں لیکن وہ پتھر جو بیت اللہ شریف میں لگے ہوئے ہیں اور جنہیں غلاف نے چھپا رکھا ہے یہ پسِ غلاف جو پتھر ہیں وہ وہی ہیں جن پر محمد الرسول اللہ ﷺ کی نگاہیں پڑی تھیں۔ حجر اسود وہی ہے جس کو آقائے نامدار نے بھی بوسہ دیا تھا۔ مقام ابراہیم کا پتھر وہی ہے جسے محمد الرسول اللہ ﷺ نے بھی دیکھا تھا۔ اس دید سے بھی ایک نسبت ہو جاتی ہے۔

آج کوئی ان پتھروں کو دیکھ کر آئے، ان پہاڑوں کو دیکھ کر آئے، اس روضہء اطہر کی جالیوں کو دیکھ کر آئے جس میں حضور ﷺ آرام فرما ہیں تو ہم زیارت کو جاتے ہیں کہ ہم اس بندے کو تو دیکھ لیں اور کہاں وہ لوگ جو دوشِ

مبارک پر کھیلے، جو گودِ اطہر میں کھیلے، کہاں وہ خاندان جس کی رگوں میں وہی پاک خون دوڑ رہا تھا جو محمد الرسول اللہ ﷺ کے وجودِ اطہر کا تھا۔ ان کو اس بے دردی سے ذبح کرنے والا بھی مسلمان ہی ہے، مسلمانی دعوے کا نام نہیں ہے، مسلمان کردار کا نام ہے، مسلمانی زبانی نہیں ہے، مسلمانی عمل کا نام ہے، مسلمانی تو یہ ہے کہ کفر کے مقابلے میں تو لوگ لڑتے رہے لیکن کربلا کا مسافر کفر کے مقابلے میں نہیں کھڑا ایک ایسے حکمران کے مقابلے میں کھڑا ہے جس کے زمانے میں عدالتوں میں شرعی قانون نافذ تھا، جس کے زمانے میں مالیہ یا ٹیکس جو تھا وہ شرعی تھا۔ جس کے زمانے میں معاشی نظام شرعی تھا، فوجی نظام شرعی تھا، سیاسی نظام شرعی تھا۔ پھر لڑنے کی بات کیا تھی؟

لڑنے کی بات یہ تھی کہ وہ بندہ اس نظام میں اپنی رائے بھی داخل کرنا چاہتا تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ بادشاہ جو چاہے وہ قانون بن جاتا ہے میری بات کی بھی اہمیت ہونی چاہئے اور نواسۂ رسول ﷺ کا جواب یہ تھا کہ تم ایک انسان ہو جسے اللہ نے مسلمانوں کی حکومت بطور امانت سپرد کی ہے۔ تمہاری اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تمہاری رائے نہیں مانی جائے گی۔

چودہ سو سال ہو گئے ہمیں کوئی سلام پڑھتا ہے، مسالمے ہوتے ہیں، مشاعرے ہوتے ہیں، کوئی بڑی اچھی طرح سے گا کر پڑھتا ہے، کوئی دکھ اور رنج میں ان کے لئے سینہ پیٹتا ہے، روتا ہے، چلاتا ہے، بال نوچتا ہے، کوئی دیکھیں پکاتا ہے کہ یہ شہداء کربلا کی یاد میں ہیں لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہے جس نے شہدائے کربلا کا کردار اپنانے کی کوشش کی ہو؟

اویار! آج تو یزیدوں سے دنیا بھر گئی بلکہ یزید کہاں، یزید تو بہت پیچھے رہ گیا۔ یزید کتنا بھی برا تھا مسلمان تو تھا، دعویٰ اسلام تو رکھتا تھا، نماز تو پڑھتا تھا، بے شمار مسلمانوں نے اس کی حکومت قبول بھی کی تھی، بیعت بھی کر لی تھی جن میں بعض صحابہ بھی شامل تھے۔ آج تو ان کی

> **مسلمانی دعوے کا نام نہیں ہے، مسلمان کردار کا نام ہے، مسلمانی عمل کا نام ہے۔**

مرضی چلتی ہے جو کہتے ہیں کہ خدا کا وجود ہی نہیں ہے۔ جو کہتے ہیں کہ محمد الرسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں ہی نہیں یہ سارا بناوٹی قصہ ہے، قرآن، اللہ کی کتاب ہی نہیں ہے۔ سیاسی نظام بھی انہیں کا چلتا ہے، معاشی نظام بھی انہیں کا چلتا ہے، عدالتی نظام بھی انہیں کا ملتا ہے اور ہم سارے اسے قبول کرتے ہیں اور جلوس لے کر روتے اور چلاتے ہیں ہائے حسین.......... ہائے حسین۔

کم از کم کافروں کے غلاموں کو تو حسین کا نام زیب نہیں دیتا۔ کافرانہ نظام کے غلاموں کو تو حسین کا نام لینا زیب نہیں دیتا۔ ہم نے حسینیت یہ بنالی ہے کہ کسی مسجد میں بم پھینک دو بڑا کارنامہ ہوگیا، نمازی قتل کر دیئے، کسی دوسرے مذہب کی عبادت گاہ میں جیسے گرجے میں بم پھینک دیا گیا بڑا وہ کارنامہ ہوگیا کہ جی اسلام کو بڑے چار چاند لگ گئے۔ کسی دوسرے فرقے، شیعوں کی امام بارگاہ میں بم پھینک دو، گولی چلادو، یہ بڑی اسلام کی خدمت ہوگئی۔ کیا حضرت حسین ؓ اسی طرح قتل و غارت کرتے پھرتے تھے۔ کیا حضرت حسین ؓ نے یہی طریقہ اپنایا تھا قتل و غارت گری کا یا ایک بہت طاقتور حکمران کے مقابلے میں اس لئے کھڑے ہو گئے تھے کہ تمہاری رائے جو ہے اس کو ملکی قانون میں کوئی دخل نہیں ہوگا۔

آج دنیا بدترین لوگوں سے بھر گئی ہے۔ آج کا انصاف کافر کی صوابدید پر ہے۔ آج کا انصاف اسلام کو نابود کرنے پر ہے۔ آج کا انصاف یہ ہے کہ بڑا ماٹو دیا گیا دنیا کو کہ Save the wild life کہ جنگلی حیات کو بچایا جائے لیکن اس کے آگے یہ بھی لکھ دیتے Destroy the humen being کہ بنی نوع انسان کو تباہ کرتے چلے جاؤ۔ آج کا انصاف، آج کی دنیا کا انصاف یہ ہے کہ جو اللہ کا نام لیتا ہے وہ ڈاکو ہے۔ جو رب کو سجدہ کرتا ہے وہ دہشت گرد ہے، جو رمضان کا روزہ رکھتا ہے وہ بدمعاش ہے۔ جو بیت اللہ کا طواف کرتا ہے وہ بے دین ہے، ان سب کو ختم کر دیا جائے۔

دنیا کا کفر اس بات پر متحد ہے کہ اسلام کے نام لیواؤں کو مٹا دو۔ ان کا مسلمانوں کے خلاف متحد ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن یہ کلمہ گو جو اسی صف میں کھڑے ہیں انہیں کس کھاتے میں، کس خانے میں شمار کیا جائے۔ جو دعویٰ اسلام رکھنے والے حکمران، حکومتیں اور ان ملکوں کے شہری، میں اور آپ، جب ہم سارے اس صف میں کھڑے ہیں اور ہم بھی یہی رائے دے رہے ہیں کہ یہ جو اللہ کو سجدے کرتے ہیں یہ دہشت گرد ہیں، انہیں مارو ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ تو کیا ہم میں اور قاتلانِ خانوادۂ نبوت میں کوئی فرق رہ جاتا ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو اس کا کفارہ رونے پیٹنے سے، جھنڈے لے کر گلیوں میں پھرنے سے، دیگیں پکانے سے، شعر لکھنے سے، مشاعرے اور مسالمے کرانے سے ہرگز نہیں ہوگا۔ اس کا کفارہ یہی ہے کہ آج بھی اس کردار کو زندہ کیا جائے اور آج بھی جابر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ کہا جائے کہ ہم مسلمان ہیں، ہمارا اپنا ایمان ہے، ہمارے پاس اللہ کا قانون، آئین اور دستور موجود ہے جو فرد سے لے کر اقوام عالم تک زیر بحث لاتا ہے، لہٰذا ہمارے معاشی نظام کو، ہماری عدالتوں کو، ہمارے سیاسی نظام کو اللہ کی اس کتاب، اللہ کے نبی کی سنت کے تابع کیا جائے۔ جان دینی ہے تو اس پر دو کہ یہی حسینیت ہے۔ جان دینی ہے تو احیائے اسلام پر دو جس پر اللہ کہتا ہے کہ میری راہ میں اگر کوئی مر جائے تو اسے مردہ نہ کہو بلکہ حقیقتاً وہی زندہ ہے۔ باقی لوگ زندگی سے آشنا نہیں ہیں۔ حقیقی اعتبار سے زندہ وہی ہے اور زندگی کی لذتوں کو پانے والا وہی شخص ہے جس نے میرے راستے میں اپنی جان قربان کردی۔

تو میرے بھائی! ہمارے سامنے راستہ کھلا ہے، واضح ہے۔ اللہ کریم نے خود بتادیا ہے کہ ادھر خوف بھی ہوگا، ڈر بھی ہوگا، مالی نقصان بھی ہوگا، اندیشہ فردا بھی ہوگا، جان جا بھی سکتی ہے، لیکن فرمایا! اُولٰٓئِکَ عَلَیۡهِمۡ صَلَوٰتٌ" مِّن رَّبِّهِمۡ اللہ کی برکات ان ذرات

> **کوئی سلام پڑھتا ہے، کوئی سینہ پیٹتا ہے، کوئی دیگیں پکاتا ہے، کیا کوئی ایسا بھی ہے جس نے شہدائے کربلا کا کردار اپنانے کی کوشش کی ہو؟**

کو بھی منور کرتی رہیں گی جن پر شہدا کا خون گرتا ہے۔ وَرَحۡمَةٌ " اللہ کی رحمتیں انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان پر سایہ کریں گی۔ وہ قبر میں بھی سرخرو ہوں گے، حشر میں بھی سرخرو ہوں گے اور دائمی زندگی میں بھی ہمیشہ سربلند ہوں گے۔ لہٰذا محرم کی یہ قربانی بڑا واضح، بڑا خوبصورت اور بڑا سیدھا سا سبق دیتی ہے کہ اپنے لئے کوفیوں کی زندگی پسند کرلو یا اپنے لئے کربلا والوں کا راستہ چن لو درمیان میں کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔ جو یہ زندگی ہم سمجھوتوں سے گزار رہے ہیں کہ خیر ہے میں اپنی نماز تو پڑھ لیتا ہوں کوئی خدا کو مانے یا نہ مانے مجھے کیا......... تو تیری نماز کی خدا کو کیا پرواہ ہے۔ میری یا آپ کی نماز کی اللہ کو کیا ضرورت ہے۔ ذاتی عمل یا ذاتی عبادت کا مقصد ہے اقامت الصلوٰۃ۔ اقامت الصلوٰۃ کیا ہے؟ کہ وہ تہذیب وہ کلچر، وہ معاشرہ تشکیل دیا جائے جس میں صلوٰۃ قائم ہو جس میں بندے اللہ کے حضور پیش ہوں۔ قرآن نے جہاں جہاں اقامت الصلوٰۃ کہا ہے وہاں ہم نے اس کا ترجمہ نماز پڑھنا لکھ کر جان چھڑا لی ہے۔ اردو میں ہم نے اس کا ترجمہ لکھ دیا کہ جو نماز ادا کرتا یا جو نماز پڑھتا ہے......... میاں یہ اردو ترجمہ صحیح نہیں ہے۔ اقامت کہتے ہیں قائم کرنے کو۔ یہ عمارت اقامت ہے کہ یہ دیواریں بنیں، یہ چھت بنی، یہ فرش بنا، دروازے لگے۔ ایک عمارت بن گئی۔ قائم ہوگئی۔ یہ قائم ہونا ہے۔ اقامت الصلوٰۃ یہ ہے کہ ایسا معاشرہ بن جائے جس میں بندے اللہ کے روبرو کھڑے ہو کر اس کی عبادت کریں۔ ایسا معاشرہ بن جائے۔

عبادت کے لئے کیا چاہئے؟ فرمایا! حلال اور پاکیزہ کھاؤ کہ عبادت کی توفیق ہو۔ اب اقامت الصلوٰۃ کے ساتھ معاشی نظام جڑ گیا۔ حرام کھائے گا تو اقامت الصلوٰۃ کیسے کرے گا، معاشی نظام ہی حرام ہوگا، سودی ہوگا تو اقامت الصلوٰۃ کیا ہوگی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک شخص دور دراز کا سفر کر کے آئے گا اس کے کپڑے بوسیدہ اور خاک آلود ہوں گے، جوتے

پھٹ چکے ہوں گے، بال پریشان اور مٹی سے اٹے ہوئے ہوں گے اور منزلوں پر منزلیں مارتا ہوا بیت اللہ پہنچے گا اور زور زور سے پکارے گا لبیک اللھم لبیک لیکن اللہ کی طرف سے اسے جواب نہیں آئے گا۔ عرض کی گئی، یا رسول اللہ! کیوں؟ فرمایا، اس لئے کہ اس کا کھانا حرام ہوگا، اس کا لباس حرام ہوگا اور اس کی غذا حلال نہیں ہوگی۔ یہ آج ہم جو جاتے ہیں بیت اللہ تو کیا ہمارا لباس حلال ہے۔ کوئی کارخانہ ہے ایسا پاکستان میں جس میں دھاگہ یا کپڑا سود پر نہ بنتا ہو۔ کیا اس میں کوئی پاکیزگی رہ جاتی ہے۔ کوئی ایسا نظام ہے جہاں سے ہم بغیر سود کے کھا سکتے ہیں۔ جو سود نہیں لیتے ان کے حلق میں بھی سود کی گرد جاتی ہے۔ تو حسینیت اور درس کربلا یہ ہے کہ کسی فرد سے نہیں، اقتدار چھیننے کے لئے نہیں، تخت و تاج کے لئے نہیں، مسلمانوں کے ساتھ اسلامی طرز حیات اور اسلامی نظام حیات کے لئے آج جانیں دی جائیں۔ حق و انصاف کے لئے مجبور کر دیا جائے طاقتور سے طاقتور حکمران کو کہ مسلمانوں کا اپنا ایک نظام ہے۔ پوری دنیا میں اگر غیر مسلم کا اپنا ایک نظام ہے تو مسلمان کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ اسی نظام کے زیر سایہ زندہ رہے۔ حسینیت آج نعتیں پڑھنے، دیگیں پکانے، رونے پیٹنے سے نہیں بلکہ آج پھر ضرورت ہے، قافلہ انسانیت کو آج پھر ایک حسین چاہئے۔ لیکن کاش اس قوم کو کوئی حسین بھی نصیب ہو جاتا۔ کاش ہم میں اس جرات اندانہ کی کوئی رمق آجاتی کہ ہم لاکھوں مل کر ایک حسین کا کردار تو ادا کر سکتے۔ ہم تو چودہ کروڑ مل کر بھی وہ کردار ادا نہیں کر پا رہے۔ علما ہیں، دانشور ہیں، صلحاء ہیں لیکن سب اقتدار کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں نفاذ اسلام کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ ہم اس فلسفے کو سمجھ ہی نہیں سکتے کہ کربلا کیا تھا۔ مرنے والوں نے جانیں کیوں دیں، انہوں نے سمجھوتہ کیوں نہیں کیا۔ اگر حضرت حسین ؓ بیعت کر لیتے تو انہیں عہدہ بھی مل سکتا تھا، دولت بھی مل سکتی تھی، جاگیر بھی مل سکتی تھی اور اگر اس عہد میں یہ بات سمجھی ہے تو ان ان پڑھ پٹھانوں نے۔ بھوکے، پیاسے، مفلس اور غریب پٹھانوں نے .... اگر یہ روس کی بیعت کر لیتے تو وہ بھی ان کے لئے دولت کے انبار لگا دیتا اور اگر آج امریکہ کا ہاتھ چوم لیں تو وہ بھی ان پر ڈالروں کی بارش کر دے لیکن یہ ایسے بے وقوف ہیں کہ ہر طرف ان کے لاشے تڑپ رہے ہیں ہر گھر میں کربلا بنی ہوئی ہے لیکن کہتے ہیں کہ زندہ اسی طرح رہیں گے جس طرح رہنے کا حکم اللہ اور اللہ کے رسول نے دیا ہے۔ مجھے تو کابل میں، افغانستان میں حسین کے نقش قدم پر چلنے والے لاکھوں نظر آتے ہیں لاکھوں پیوند خاک ہوئے جن کے خون اور جن کے لاشے زمین پر تڑپے۔ کیا کربلا کا فلسفہ انہوں نے سمجھا یا ہمارے شاعروں نے؟ انہوں نے سمجھا یا ہمارے ادیبوں نے؟ انہوں نے سمجھا یا ہمارے علماء نے؟ انہوں نے سمجھا یا ہمارے حکمرانوں نے؟ بس یہ بات سمجھ اور شعور کی ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ مجھے، آپ کو اور ساری قوم کو اس فلسفے کو سمجھنے اور اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

محرم کی یہ قربانی بڑا سیدھا سا سبق دیتی ہے کہ اپنے لئے کوفیوں کی زندگی پسند کر لو یا اپنے لئے کربلا والوں کا راستہ چن لو درمیان میں کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔

طبی معلومات

- ☆ چنوں کا شوربہ گوشت کے برابر ہے۔
- ☆ مرغابی کا گوشت قوت حافظہ کو بہتر بناتا ہے۔
- ☆ گوشت پیدا کرنے کے لئے مٹر عمدہ غذا ہے۔
- ☆ موٹاپا کم کرنے کے لئے لیموں کا اچار اچھی دوا ہے۔
- ☆ بڑھا ہوا پیٹ کم کرنے کے لئے اجوائن بہترین دوا ہے۔
- ☆ بلند پریشر اور موٹاپا دور کرنے کے لئے لہسن قدرتی دوا ہے۔
- ☆ اعصاب کو طاقت دینے کے لئے میتھی کا ساگ عمدہ دوا ہے۔
- ☆ ورم و زخم معدہ اور دائمی قبض کے لئے بند گوبھی اچھی چیز ہے۔
- ☆ بصارت کی حفاظت کے لئے سونف کا مستقل استعمال بہتر ہے۔
- ☆ شوگر کو کنٹرول کرنے کے لئے جامن کا استعمال بہتر ہے۔

مرسلہ .... حکیم محمد صادق

نوکری

تحریر : ہارون الرشید

میں حیران ہوں کہ وہ نکتہ جو حاجی نیامت پہ آشکار ہے وہ لغت ہائے حجازی کے قارونوں پہ کیوں نہیں کھلتا۔

''اللہ کی نعمتوں کا کوئی شمار نہیں۔'' حاجی صاحب نے کہا''صبح سو کر اٹھتا ہوں تو خود کو جنت میں پاتا ہوں اور رات تک اسی جنت میں جیتا ہوں۔''

حاجی نیامت علی بارا کی کہانی، بہت سادہ اور مختصر ہے لیکن بیان کرنا چاہو تو لفظ ہاتھ نہیں آتے...... سفید کرتے اور تہمد میں ملبوس حاجی صاحب چٹے ان پڑھ آدمی ہیں۔ ان کے بقول مکتب کی کسی عمارت میں انہیں قدم تک رکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

1975ء میں حاجی صاحب اور ان کے دوستوں نے دس ہزار روپے ایکڑ کے حساب سے نہر کنارے چالیس ایکڑ زمین خریدی تھی۔ پانچ برس بعد یہ زمین چار کروڑ میں بک گئی اور نوے لاکھ روپے حاجی صاحب کے حصے میں آئے۔ ''پورے نوے لاکھ روپے۔'' حاجی صاحب کہتے ہیں کہ وہ بوکھلا گئے اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کریں۔ چھ ماہ تک خریدار یاد دہانیاں کراتا رہا کہ وہ اپنے روپے لے جائیں۔''لیکن میں ان روپوں کا کیا کرتا۔ میری زندگی تو اس ڈھب پہ گزری تھی کہ دن بھر میں سو، دو سو روپے سے زیادہ خرچ نہ کئے تھے۔''

آخر کار انہوں نے اپنے والد سے مشورہ کیا، جو 127 سال کی عمر میں بقید حیات ہیں اور صحت مند ہیں...... بڑے میاں نے کتھا سنی تو صرف یہ کہا : یہ روپیہ تمہیں اللہ نے دیا ہے، اسی کی راہ میں خرچ کر دو، پھر ذرا سے تامل کے بعد یہ کہا : سارے نہیں تو آدھے ہی کر دو۔

حاجی نیامت علی نے آدھے روپے اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرائے۔ باقی روپوں سے اپنے گاؤں ہنجر وال سمیت کئی مقامات پر مسجدیں بنوائیں لیکن تیس بتیس لاکھ روپے اب بھی بچ رہے۔

اس روپے سے ملتان روڈ پر ایک تین منزلہ عمارت تعمیر کی گئی اور اس کی پیشانی پر ایک جملہ لکھ دیا گیا''اللہ کے فضل سے بے گھر مزدوروں کے لئے مفت رہائش گاہ۔''

کل رات ساڑھے بارہ بجے جب میں اس عمارت میں داخل ہوا تو ایک عجیب منظر دیکھا۔ تیسری منزل کی چھت پر ساٹھ ستر مزدور ''دب'' کی گھاس سے بنی صفوں پر سوئے پڑے تھے۔ جو بالعموم مساجد میں نماز کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ زیادہ تر اینٹ کے سرہانوں پر سر رکھے ہوئے، جو کاغذ یا کپڑے میں لپیٹ دی گئی تھیں۔ اتنے ہی لوگ درجن بھر کمروں میں پڑے تھے۔ دیواروں پر دھلے ہوئے ملگجے سے کپڑے۔ ادھر ادھر کوئی جھلنگا سی چارپائی اور عام استعمال کے معمولی برتن۔

پدرانہ شفقت کے ساتھ حاجی صاحب نے ان پہ نظر ڈالی اور پھر اپنے معمولات کی وضاحت کی۔''صبح آٹھ بجے تک وہ سب کام کاج کے لئے نکل جاتے ہیں اور ان میں سے بیشتر دیہاڑی دار ہیں، پھر میں جھاڑو سنبھالتا ہوں اور صفائی کا سلسلہ شروع کرتا ہوں۔ یہ دو اڑھائی گھنٹے کا کام ہے۔''

......حاجی صاحب سے میرا تعارف کرانے والے ملک فاروق کھوکھر نے اب گفتگو میں مداخلت کی اور بتایا کہ درجن بھر ٹائلٹ بھی حاجی صاحب خود ہی صاف کرتے ہیں۔

''اپنے ہاتھوں سے؟'' سننے والے ششدر رہ گئے......

''ہاں'' حاجی صاحب نے رسان سے جواب دیا''بھائی نوکر کیا اور نخرہ کیا۔''

بچوں کی سی بشاشت کے ساتھ حاجی صاحب ایک ایک کمرہ دکھاتے اور تفصیل بتاتے رہے۔ "پچھلے برس ایک اخبار نے یہ کہانی چھاپ دی...... اول اول، جب وہ میرے پاس آئے تو میں نے ان کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ میں نے کہا، اخباروں میں خبریں چھپوانا لیڈروں اور سیاستدانوں کا کام ہے۔ میں تو غریبوں کا نوکر ہوں۔ اللہ نے مجھے ان کی خدمت پہ مامور کر دیا ہے۔ میں اپنا فرض ادا کرتا ہوں، اخبار میں خبر کیوں چھپواؤں"......

"لیکن" ایک لحہ تامل کے بعد انہوں نے کہا "اخبار والا لڑکا بہت سیانا تھا۔ اس نے مجھے قائل کر لیا۔ اس نے کہا : حاجی صاحب کتنے بے شمار لوگ یہ سب کچھ پڑھیں گے، اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اس راہ پر چل نکلا تو کچھ اور غریبوں کا بھلا ہو جائے گا۔

عمارت کا جائزہ لینے کے بعد اب ہم سامنے چارپائیوں پہ بیٹھے سوڈا پی رہے تھے۔ حاجی صاحب خوش دلی سے ہنسے اور گویا کوئی لطیفہ سنا رہے ہوں...... "اور سنو، پھر ایک وزیر کا پیغام ملا...... "کیا نام ہے اس کا۔" انہوں نے فاروق سے پوچھا "ڈاکٹر خالد رانجھا" اس نے بتایا...... انہوں نے کہا ہم تمہیں تمغہ دینا چاہتے ہیں۔ کس بات کا تمغہ بھائی۔ اگر میں واقعی غریبوں کا نوکر ہوں تو تمغہ کس لئے، لیکن وہ اخبار والا پھر ٹپک پڑا۔ اس نے کہا حاجی صاحب اس سے دوسروں کو نیکی کی ترغیب ملتی ہے، ویسے یار یہ اخبار والے بڑے سیانے لوگ ہوتے ہیں۔

سکول کے طالب علم کی سی سرخوشی کے ساتھ حاجی صاحب نے "تکیے" والی تقریب کی تفصیل سنائی اور بتایا کہ انہوں نے اس عمارت کے پیچھے ڈیڑھ کنال کا پلاٹ خریدا ہے، جہاں وہ لنگر شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں...... "رہائش کا بندوبست تو ہو گیا۔" انہوں نے کہا مگر جن کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ان کا اصل مسئلہ تو روٹی ہے۔ حیرت کے ساتھ میں نے سوچا، محدود آمدن کے حاجی صاحب جنہوں نے بیس برس سے کاروبار بھی ترک کر رکھا ہے، کتنے بھوکوں کو کھلائیں گے...... "ہزار ڈیڑھ ہزار" حاجی صاحب نے بلند آواز میں کہا "روزانہ ہزار ڈیڑھ ہزار آدمیوں کا کھانا پکے گا۔"

"لیکن روپیہ کہاں سے آئے گا۔"

حاجی صاحب نے قہقہہ بلند کیا، گویا میری جہالت پہ ہنس رہے ہوں اور جواب میں یہ کہا "جہاں سے اس بلڈنگ کے لئے آیا تھا۔" پھر نہایت سنجیدگی کے ساتھ انہوں نے کہا "بھائی جی آپ بھی کمال کرتے ہیں، جس رقم سے اتنی بڑی بلڈنگ بنی، جس سے ادھر سامنے پانچ مرلے کے ٹکڑے پر میں نے غسل خانے بنوائے اور جس پر لنگر کی زمین خریدی، کیا وہ میری دولت تھی؟

...... بھلے مانسو! اللہ کا پیسہ تھا، اس نے میرے پاس بھیجا اور اس نے مجھے یہ ڈیوٹی سونپ رکھی ہے...... جب تک یہ خدمت میں انجام دیتا رہوں گا، وہ میری مدد کرتا رہے گا، جب کوتاہی کروں گا تو اس کی رحمت سے محروم ہو جاؤں گا اور وہ یہ ڈیوٹی کسی اور کو سونپ دے گا۔" پھر جیسے خود کلامی کے انداز میں اس تاثر رسیدہ سے آدمی نے یہ کہا : بھائی جی، میں ڈرتا ہوں، میں اپنے مالک سے ڈرتا رہتا ہوں، اگر قیامت کے دن مجھ سے پوچھ لیا گیا کہ حاجی ہم نے تمہیں پیسہ دیا تھا، تم نے اس کا کیا کیا، تو میں کیا جواب دوں گا۔

اس کہانی کو میں پچھلی رات سے اپنے ساتھ لئے پھرتا رہا۔ اس کے زیر و بم میں ڈوبتا ابھرتا رہا...... ابھی کچھ دیر پہلے ایک صاحب ذوق کو سنائی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث دہرادی : "حکمت و دانائی کی بنیاد خدا کا خوف ہے۔"

میں حیران ہوں کہ جو نکتہ حاجی نیامت پہ آشکار ہے، وہ لغت ہائے حجازی کے قارونوں پہ کیوں نہیں کھلتا، علماء اور لیڈروں پہ کیوں نہیں کھلتا۔

کیا اس لئے کہ وہ خوف خدا سے خالی ہیں اور نہیں جانتے کہ الفاظ کی بارش سے اس دنیا میں کبھی کچھ نہیں بدلا...... اگر کبھی بدلا ہے تو صرف عمل سے۔ خالص اور کھرے عمل سے۔ آخری رسول ﷺ کے اُمّی حاجی نیامت جیسی نوکری سے۔

کیا وہ نوکری کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟

(بشکریہ روزنامہ "خبریں")

تنظیم الاخوان کے

امیر محمد اکرم اعوان

کے بیانات

اخبارات کی روشنی میں

17 مارچ تا 21 اپریل 2002ء

'ڈیلی یارن'
7 اپریل
2002ء

ڈیلی یارن فیصل آباد — Daily YARN Faisalabad — Ph & Fax: 668819

معاشی ترقی سرکاری رپورٹس تک محدود ہے، عوام کو فائدہ نہیں ہوا اکرم اعوان

مشرف اپنی مرضی سے صدر اور چیف ایگزیکٹو بن گئے، کوئی نہیں روک سکا، ریفرنڈم کے ذریعے صدر بننے سے کون روکے گا

عملہ، پولنگ سٹیشن، پولنگ بکس، سب کچھ مشرف کا ہے، ان حالات میں وہ رزلٹ 99 فیصد بھی ڈیکلیئر کر سکتے ہیں

اصل فیصلہ وقت کرتا ہے، حکمرانوں کو تاریخ سے سبق سیکھنا چاہئے، تنظیم الاخوان کے امیر کا جنرل مشرف کی تقریر پر ردعمل

لاہور (پ ر) تنظیم الاخوان کے امیر محمد اکرم اعوان نے صدر جنرل پرویز مشرف کے خطاب کو سرکاری رپورٹوں کا صدارتی بولیٹن قرار دیتے ہوئے کہا کہ صدر کے بیان کردہ معاشی ترقی اور خوشحالی صرف سرکاری رپورٹوں میں ہے عام آدمی کی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے جہاں تک ریفرنڈم کی بات ہے تو وہ اپنی مرضی سے کردار رہے ہیں جس طرح کہ وہ اپنی مرضی سے چیف ایگزیکٹو اور صدر بن گئے تھے۔ تب انہیں کون روک سکا تھا اگر وہ ریفرنڈم کے بغیر صدر بن سکتے ہیں تو ریفرنڈم کے ذریعے صدر بننے سے انہیں ہم کیسے روک سکتے ہیں۔ امیر محمد اکرم اعوان نے کہا کہ ریفرنڈم بھی ان کا صدارت بھی ان کی عملہ بھی ان کا پولنگ اسٹیشن بھی ان کے، پولنگ بکس بھی ان کے اور گنتی بھی ان کی، ان حالات میں وہ ریفرنڈم کا رزلٹ 99 فیصد بھی ڈیکلیئر کر سکتے ہیں لیکن یہ بات طے ہے کہ اصل فیصلہ تاریخ میں وہ ہوتا ہے جو قدرت الٰہی رقم کرتی ہے حکمرانوں کو تاریخ سے سبق سیکھنا چاہئے۔

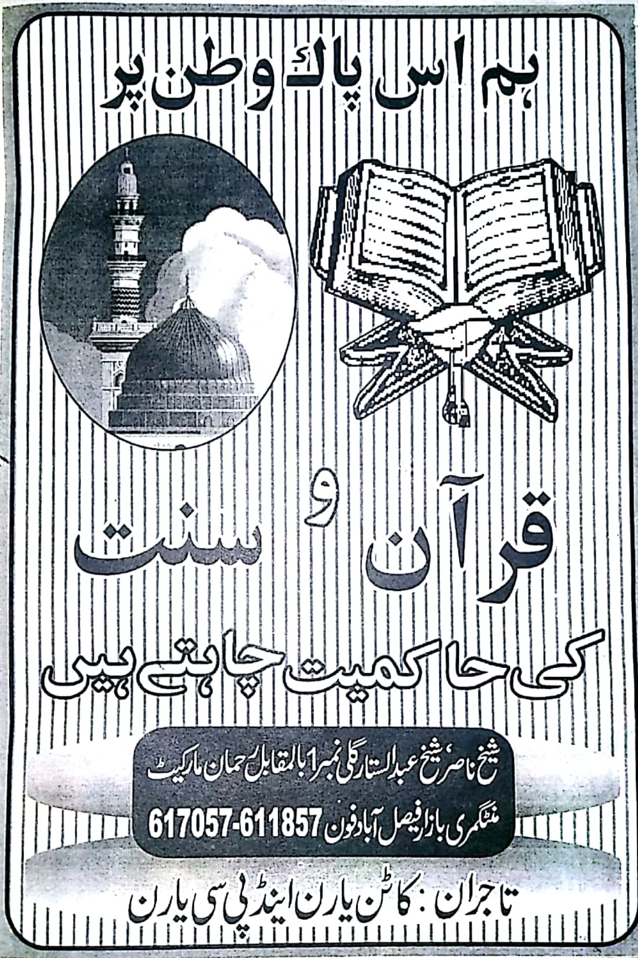
ہم اس پاک وطن پر
قرآن و سنت
کی حاکمیت چاہتے ہیں
شیخ ناصر، شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ
منٹگمری بازار فیصل آباد فون 617057-611857
تاجران : کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

چودہ طبق دے لے دے اندر

عملی زندگی میں یہ دیکھا گیا ہے کہ ہمارے یہاں برصغیر میں جو رسومات ہندوؤں سے داخل ہوئی ہیں ان پر عمل کرنا اتنا ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ فقیر سے لے کر صدر مملکت تک سب ان رسومات کے اسیر ہیں۔ مثلاً یہ بسنت آگئی، اربوں روپے خرچ ہو چکے، ضروری تھا بسنت کا تہوار؟ کسی نے پوچھا کہ یہ نبی کریم ﷺ نے بنایا تھا؟ صحابہ نے پتنگیں اڑائی تھیں؟ یہ کہاں سے آیا؟ کس نے شروع کیا؟ یہ ایک مثال ہے۔ ایسی ایک نہیں ہزاروں مثالیں ہیں بلکہ پیدائش پر ہندوآنہ رسومات ہیں، شادی پر ہندوآنہ رسومات ہیں اور مرجاؤ تو موت پر، جنازہ پر اور مرنے کے بعد کی رسومات بھی ہندوؤں سے لی گئیں ہیں۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 07-04-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم o

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o

مَوْلَا یَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلیٰ حَبِیْبِکَ مَنْ ذَانَتْ بِہِ الْعُصُرُوْا۔

مرورِ زمانہ اور صدیوں کے فاصلوں نے حقائق اور رسومات کو خلط ملط کر دیا ہے۔ دنیا میں جتنے مذاہب باطلہ ہیں ان سب کو اگر آپ یکجا کریں تو ان میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ فلاں عبادت کرنے سے دنیا کا یہ فائدہ ہو جاتا ہے۔ چونکہ اسلام کے علاوہ، دین حق کے علاوہ کوئی مذہب بھی آخرت پر اعتماد نہیں کرتا اور یہ سارے رسومات ورواجات کے مجموعے ہیں لیکن اسلام اللہ کا دین ہے جس کے بارے میں ارشاد ہوا کہ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ باقی لادینیت ہے۔

اپنے زمانے میں ہر دین اسلام ہی تھا۔ لیکن بعثتِ آقائے نامدار ﷺ کے بعد اسلام صرف وہ ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ اللہ کا حکم اور نبی کا طریقہ یہ اسلام ہے۔

آج ہم اسلام کو بحیثیت ایک قومیت کے لیتے ہیں۔ قومیتوں کی حدود نہیں ہوتیں۔ قومیتیں، نسلی اعتبار سے یا خونی اعتبار سے ہوتی ہیں۔ کوئی جس قبیلے کا فرد ہے وہ اس کی قومیت ہے اور اللہ کریم نے قبائل اور شعوب میں خود تقسیم فرمایا ہے۔ وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا یہ قبائل اور ان کی شاخیں اور ان کے شعبے اس لئے بنے کہ آدمی کی شناخت ہو سکے کہ فلاں، فلاں کا بیٹا، فلاں قبیلے سے ہے۔ ان کی اساس صرف اتنی ہی ہے لیکن کوئی کچھ بھی کرے وہ قومیت سے خارج نہیں ہو جاتا۔ اگر وہ عابد و زاہد ہے، نیک ہے، صالح ہے تو اسی قوم کا فرد ہے لیکن اگر وہ چور ہے، ڈاکو ہے، بدکار ہے، ظالم ہے، قاتل ہے پھر بھی اسی قوم کا فرد رہے گا، قومیت بدلتی نہیں ہے۔

دین قومیتوں سے بالاتر ہے۔ دین قومیت کی پرواہ نہیں کرتا۔ دین کو مشرقی، مغربی، شمالی جنوبی، گورا کالا، عربی عجمی یا کسی بھی قوم قبیلے کے ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دین صرف اس کے لئے ہے جو اس کو اپنے یقین کے ساتھ مانتا ہے اور دین میں رہنے کے لئے حدود و قیود ہیں۔ اگر ان حدود کو توڑا جائے تو دین اسے اپنے سے خارج کر دیتا ہے۔ قومیتیں خارج نہیں کرتیں۔ بندہ قومیت میں رہتا ہے۔ دین میں رہ نہیں سکتا۔ دین کی حدود و قیود ہیں ان کے اندر رہے گا تو دین کے اندر ہے۔ اگر ان حدود کو توڑے گا تو دین اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ یہ فرق ہے۔

آج ہم نے اسلام کو بھی قومیت بنا لیا

ہے۔ مسلم ایک قوم بن گئی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں جو جی چاہے کریں ہم مسلمان ہی رہیں گے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ اسلام نہ قومیت ہے، نہ مسلم اُن معنوں میں ایک قوم ہے اسلام ایک دین ہے اور مسلمان اس کے ماننے والے اور اس کے پیروکار ہیں، اس پر عمل کرنے والے ہیں۔

عملی زندگی میں یہ دیکھا گیا ہے کہ ہمارے یہاں برصغیر میں جو رسومات ہندوؤں سے داخل ہوئی ہیں ان پر عمل کرنا اتنا ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ فقیر سے لے کر صدر مملکت تک سب ان رسومات کے اسیر ہیں۔ مثلاً یہ بسنت آ گئی، اربوں روپے خرچ ہو چکے، ضروری تھا بسنت کا تہوار؟ کسی نے پوچھا کہ یہ نبی کریم ﷺ نے بنایا تھا؟ صحابہ نے پتنگیں اڑائی تھیں؟ یہ کہاں سے آیا؟ کس نے شروع کیا؟ یہ ایک مثال ہے۔ ایسی ایک نہیں ہزاروں مثالیں ہیں بلکہ پیدائش پر ہندوآنہ رسومات ہیں، شادی پر ہندوآنہ رسومات ہیں اور مرجاؤ تو موت پر، جنازہ پر اور مرنے کے بعد کی رسومات بھی ہندوؤں سے لی گئیں ہیں۔

سنتیں چھوٹ سکتی ہیں لیکن وہ رسومات نہیں چھوٹ سکتیں۔ اور کسی کو اگر کہا جائے کہ یہ کام سنت کے مطابق کرلو تو وہ کہتا ہے کہ ہماری بدنامی ہوگی، ناک کٹ جائے گی۔ اس کا پتہ روزِ حشر اس وقت چلے گا کہ جب کچھ لوگ بھاگیں گے لوائے حمد کی طرف، لوائے حمد نبی کریم ﷺ کا جھنڈا ہوگا جو میدانِ حشر میں گڑا ہوا ہوگا۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کبارؓ وہاں جلوہ گر ہوں گے۔ شہدا اور صالحین ہوں گے، اہل اللہ ہوں گے، آپ ﷺ کے امتی ہوں گے۔ اب جو بھی مسلمان کہلاتا ہے قبر سے اٹھ کر وہ تو سیدھا ادھر کو ہی دوڑے گا۔ لیکن کچھ لوگوں کو روکنے کے لئے اللہ کریم فرشتے مقرر فرمادے گا۔

مفسرین کرام نے اس کی تفسیر لکھی ہے ساری اور احادیث مقدسہ سے لکھی ہے کہ

کسی کو اگر کہا جائے کہ یہ کام سنت کے مطابق کرلو تو وہ کہتا ہے کہ ہماری بدنامی ہوگی، ناک کٹ جائے گی۔

حضور فرمائیں گے کہ جب یہ مسلمان ہیں تو انہیں میرے پاس آنے سے کیوں روکا جارہا ہے۔ اس کا جواب ذاتِ باری کی طرف سے ارشاد فرمایا جائے گا۔ اِنَّ قَومِیُ اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُورًا آج جو قرآن میں موجود ہے وہی جواب وہاں ارشاد فرمایا جائے گا کہ میرے حبیب یہ نام کے مسلمان ہیں۔ انہوں نے اپنی عملی زندگی سے کتاب اللہ کو خارج کر دیا تھا۔ ان کے نام مسلمانوں جیسے تھے، یہ اپنے آپ کو کہلواتے بھی مسلمان تھے، جنازے ہوئے، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوئے لیکن ان کی زندگی خلاف اسلام تھی۔ مثلاً ایک ہی بات کو لے لیجئے۔

جب ظہور اسلام ہوا تو پوری دنیا کا نظام غیر اسلامی تھا۔ کافروں کا بنایا ہوا تھا۔ سودی تھا، معیشت سود پر استوار تھی اور شہوت کی تشفی کرنے کے لئے قحبہ خانے موجود تھے۔ ایسی عورتیں موجود تھیں جو اجرت پر کسی مرد کو پیش کی جاتی تھیں۔ خرید و فروخت بھی ہوتی تھی اور قحبہ خانے بھی بنے ہوئے تھے۔ بلکہ بعثتِ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت ایسے گھروں پر خاص قسم کے جھنڈے لگے ہوئے ہوتے تھے جہاں عورتیں سپلائی کی جاتی تھیں۔

کیا محمد الرسول اللہ ﷺ نے جب آپ دنیا میں اکیلے مسلمان تھے، کوئی دوسرا ساتھ نہیں تھا، اس وقت سمجھوتہ کیا؟ چار، آٹھ، دس مسلمان ہوگئے سمجھوتہ کیا بلکہ جس دن چالیس تعداد ہوگئی تھی مسلمانوں کی تو انہوں نے ....روئے زمین پر وہ چالیس تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ! کفار تو حرم کعبہ میں بتوں کی پوجا کریں اور ہم اللہ کو سجدہ نہ کرسکیں۔ ہم چالیس ہیں ہم حرم میں جائیں گے۔ جہاد کی اجازت نہیں تھی، ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی، سیرت میں موجود ہے کہ ان چالیس نے ایک دوسرے کے بازوؤں میں بازو دے لئے اور چل پڑے بیت اللہ کو۔ کافروں نے پتھر مارے، کافر عورتوں نے سروں پر برتن پھوڑے۔ ابوجہل نے پورا ایک دستہ نیزہ بردار

گلی میں کھڑا کر کے گلی کو سیل کر دیا تھا کہ یہاں پہنچیں تو نیزوں سے چھلنی کر دو۔ وہ بڑھتے رہے آخر ابو جہل نے کہا کہ یہ مختلف قبیلوں کے لوگ ہیں مارے گئے تو قبائل میں جنگ چھڑ جائے گی اور یہ باز نہیں آئیں گے۔ سارے زخمی ہو گئے ہیں، سر پھٹ گئے ہیں لیکن یہ رکتے نہیں تو جانے دو۔ اس نے دستہ ہٹا لیا اور مسلمانوں نے بیت اللہ میں پہلی نماز ادا کی۔ دعویٰ کیا تھا کہ ہم دنیا میں چالیس ہیں ہم کیوں چھپ کر نمازیں پڑھیں۔

آج ہمارا عالم یہ ہے.......... روز سوالات ہوتے ہیں کہ فلسطین میں ہو رہا ہے، باہر سے بھی لوگ پوچھتے ہیں کہ فلسطین میں ہو رہا ہے۔ کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ فلسطینی کیوں لڑ رہے ہیں؟ کیا فلسطینی اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں، اسلامی ریاست بنانا چاہتے ہیں؟ فلسطینی اپنے خطہء زمین کے لئے اور اپنی قومیت کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اسلام کی جنگ کوئی نہیں لڑ رہا۔ جو تہذیب کافر اور یہودیوں کی ہے وہی تہذیب اہل فلسطین کی ہے۔ جو لباس ان کا ہے وہی ان کا ہے۔ جو رواج ان کے ہیں وہی ان کے ہیں۔ جس طرح بے پردہ عورتیں ان کی ہیں اسی طرح بے پردہ عورتیں ان کی ہیں۔ دو قومیں آپس میں لڑ رہی ہیں جھگڑا زمین کا ہے دین کا نہیں ہے۔

کشمیر میں نصف صدی سے جنگ جاری ہے۔ اگر کشمیر کو ہندوستان آزاد کر دے تو کیا کشمیر اسلامی ریاست بن جائے گا اور اگر اسی ریاست کا حصہ بننا ہے جس میں ہم بستے ہیں تو یہ تو غیر اسلامی ریاست ہے۔ مسلمانوں کی ریاست ہے اسلام کی نہیں۔ جہاد کیسے ثابت ہوگا۔ اس ریاست میں تو لائسنس دیئے جاتے ہیں بدکاری کے اور ہر شہر میں لائسنس یافتہ قحبہ خانے بھی موجود ہیں اور جو بغیر لائسنس کے ہیں ان کا شمار ہی کوئی نہیں۔ شاید ہی کوئی ہوٹل ایسا ہو۔ جس میں صرف لڑکیاں ہی نہیں لڑکے تک نہیں پیش کئے جاتے۔ اول تا آخر پوری قوم کا معاشی

> **فلسطینی اور کشمیری اپنے خطہء زمین اور اپنی قومیت کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اسلام کی جنگ کوئی نہیں لڑ رہا۔**

نظام سود پر استوار ہے اور اللہ نے فرمایا کہ اگر سود سے باز نہیں آئے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اسلام کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو کچھ ہے اس پر سبز رنگ پھیر دو تو اسلام ہو گیا، ایسا نہیں ہے۔ جو کچھ ہے اسے ختم کر دو۔ اسلام کی ابتدا نفی سے ہے حالانکہ ہر بات اثبات سے شروع کی جاتی ہے۔ جو آپ منوانا چاہتے ہیں اس کا اقرار کروانا چاہتے ہیں۔ اسلام پہلے انکار کرواتا ہے۔ لا الہ کوئی اس قابل نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے۔ چلو جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔ کچھ بھی نہیں بچا، کوئی بھی نہیں بچا پھر کہا اب کہو الا اللہ۔ اب اس پر اللہ کا نام لکھو کہ اللہ ہے۔ چھوٹے بڑے بیسیوں خدا دل میں گھسے ہوئے ہوں اور آپ اس میں ایک نام اللہ کا بھی آپ شامل کر دیں کہ یہ اسلام ہو گیا، فرمایا نہیں! پہلے سارا گھر خالی کر دو۔ پھونک دو جو کچھ تمہارے سینے میں ہے، جلا دو جو کچھ تمہارے ذہن میں ہے۔ کہہ دو لا الہ کوئی بھی عبادت کے لائق ہے ہی نہیں سرے سے۔ جب میدان خالی ہو جائے گا تو تب کہو کہ اللہ ہے۔ یہ اسلام ہے اور یہی اصول زندگی کے ہر کام میں ہے۔ لین دین میں کاروبار میں، معیشت میں، سیاست میں، فوج میں، سول میں، عدلیہ میں، پولیس میں، انتظامیہ میں، حکومت میں، خاندان میں، گھر میں، رشتہ داریوں میں، میل جول میں، کاروبار میں، تجارت میں کوئی قانون نہیں ہے مگر اللہ کا، کوئی طریقہ نہیں ہے مگر اللہ کا، یہ اسلام ہے۔

خطا ہو جانا ایک الگ بات ہے۔ غلطی ہو جانا ایک الگ بات ہے۔ بتقاضائے بشریت گناہ ہو جانا یہ غیر نبی سے ممکن ہے۔ صرف نبی ایک ذات ہے جس سے ممکن نہیں ہے۔ چونکہ نبی مطاع ہوتا ہے۔ ہر ایک نے اس کا اتباع کرنا ہوتا ہے اور اگر نبی غلطی کرے تو اس کا مطلب ہے کہ ہمیشہ پوری امت غلطی کرتی چلی جائے گی اس لئے انبیاء کو اللہ نے معصوم عن الخطا رکھا ہے۔ کہ نبی سے غلطی کا امکان ہی نہیں ہے۔ نبی کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ہے۔ ہاں!

محفوظ ہوتے ہیں اللہ کے بندے۔ صحابہ کرام محفوظ ہیں۔ اللہ ان کی حفاظت فرماتا ہے لیکن ان سے بھی بعض غلطیاں سرزد ہوئیں جن پر مقدمے چلے، عدالت بارگاہِ نبوی سے سزائیں ہوئیں ہم ان کی گردِ پا کے لائق بھی نہیں ہیں۔ وہ، وہ لوگ تھے جن کی ہڈیوں سے اسلام کی عمارت بنی جس میں پانی اور گارے کے بجائے ان کا خون اور گوشت لگا۔ تمام صحابی دیانت دار، امین اور عادل ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے بارے نبی کریم نے فرمایا میرے صحابہ آسمان ہدایت کے ستارے ہیں جن کا دامن پکڑ لو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ لیکن جہاں بتقاضائے بشریت ان کا قدم بھی پھسلا ان کی عظمت کو مدنظر نہیں رکھا گیا کیونکہ کسی کی عظمت بھی عظمت باری کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی چہ جائیکہ ماوشا ہم سود بھی کھائیں، بدکاری کے اڈے بھی چلائیں، مساجد پر گولیاں بھی برسائیں، بازاروں میں بم بھی پھینکیں، اللہ کی مخلوق کو ایذا بھی دیں، قتل عام بھی کریں، کاروبار میں دھوکہ بھی دیں، لوگوں کو لوٹ کر بھی کھائیں اور توقعات ہماری یہ ہیں کہ برکتیں وہ نازل ہونی چاہئیں جو بدر میں ہوئی تھیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ مسلمانوں کو ہی ہر جگہ کیوں مار پڑتی ہے۔ ارے کوئی کتا بھی گھر چھوڑ دے تو اسے ہر گلی میں مار پڑتی ہے۔ آوارہ کتوں کو مار ہی پڑتی ہے۔ آج کے ہم جو اسلام کے دعویٰ کرنے والے ہیں ہم آوارہ کتوں سے بھی بدتر ہو چکے ہیں۔ ہر گلی محلے میں اس لئے مار پڑ رہی ہے۔ لیکن مجھے حیرت اس بات پر ہوتی ہے............ سارا اسلام سکھایا محمد الرسول اللہ ﷺ نے۔ آپ ﷺ کے بعد صحابہ میں بھی تقسیم آ گئی تھی۔ بعض فقیہہ تھے، بعض مفسر تھے، بعض محدث تھے، بعض قاری بہت اچھے تھے، یہ خصوصیات تقسیم ہو گئی تھیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی ایسی شخصیت نہیں گزری جو جامع الصفات ہو۔ سو اسی طرح اسلام کے مختلف شعبے تقسیم ہو چکے ہیں۔ کوئی تبلیغ کرتا ہے، کوئی پڑھاتا ہے۔ کوئی ابتدائی کتابیں

> **جو جتنی بلندی سے گرے گا اسے اتنی ہی چوٹیں آئیں گی۔**

پڑھاتا ہے، کوئی انتہا تک پڑھاتا ہے، کوئی عمل سکھاتا ہے، کوئی ترجمہ پڑھا رہا ہے۔ مختلف شعبے بن گئے۔ ان سب میں قیمتی اور نازک شعبہ ہے تصوف کا۔ جنہوں نے دلوں کی اصلاح کا ٹھیکہ لیا ہے۔ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَٰبَ وَالْحِكْمَةَ تزکیہ کا جو فارسی ترجمہ ہے تصوف۔ یہ غلط ہے کہ تصوف صوف سے بنا ہے، اور فلاں سے بنا ہے۔ کسی سے نہیں بنا۔ کہ وہ صوف پہنتے تھے وغیرہ ایسا کچھ بھی نہیں بلکہ تصوف کا اصول یہ ہے کہ جس طرح تم رہتے ہو، تمہاری رہائش اور لباس میں ایسی تبدیلی نہ آئے کہ تم لوگوں سے الگ نظر آؤ۔ عام زندگی میں جس طرح رہتے ہو اسی طرح رہو سہو۔ تبدیلی آئے تو دین میں آئے، لباس بدلنا تو تصوف کا کام نہیں ہے۔ اس لئے بزرگوں نے لباس نہیں بدلے، دل بدلے ہیں۔ تصوف فارسی کا لفظ ہے اور صفا سے ہے اور قرآن کے لفظ تزکیہ کا ترجمہ ہے تصوف۔ تزکیہ اذکاء سے ہے جس کا مطلب پاکیزگی ہے اور تصوف، صفا سے ہے، صفائے باطن، صفائے قلب یہ بہت نازک تھا اور بہت ضروری بھی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شعبہ یہ تھا کہ جو بھی ایمان لائے يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَٰبَ وَالْحِكْمَةَ اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ جو قبول کرے وَيُزَكِّيهِمْ پہلے اس کے قلب کا تزکیہ کرتے ہیں جیسے میں نے عرض کیا تھا کہ لا الہ............ وہاں سے شروع کرتے ہیں۔ جب قلب منور ہو جاتا تو پھر اسے کتاب کی اور حکمت کی............ حکمت کیا ہے............ کہ کتاب اللہ کی وہ تفسیر جو محمد الرسول اللہ ﷺ کا کردار ہے۔

حضرت عائشہ الصدیقہؓ پر کسی نے سوال کیا تھا کہ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کے بارے کچھ ارشاد فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ قرآن پڑھ لیں، آپ کا خلقِ عظیم قرآن کے مطابق ہے۔ قرآن جو بیان کر رہا ہے میں کیا بیان کروں۔ تو عمل جو ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہی حکمت ہے اور وہی تفسیر وتعبیر ہے قرآن کی۔ اس علم اور اس حکمت کو

اپنانے کے لئے بنیادی طور پر صفائے قلب ضروری ہے۔ اور صفائے قلب کا شعبہ صوفیوں نے اپنایا۔ صفائے قلب کی ابتدا بھی اس بات سے شروع ہوتی ہے کہ میں محتاج ہوں اور ساری عظمتیں، ساری تعریفیں، ساری قدرتیں، سارا حسن، سارے کمالات اللہ کے ہیں۔ الحمدللہ رب العلمین۔ اور اس کی انتہا بھی اس پر ہوتی ہے۔ اس کا کمال بھی یہ ہے کہ بندے کو اپنی حیثیت کا اور عظمت الٰہی کا اپنی حیثیت کے مطابق ادراک ہو۔ اس کی ابتدا بھی یہی ہے اور اس کی انتہا بھی یہی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ علم ظاہر پڑھنے سے تو ''انا'' آتی ہی ہے۔ وہ خواہ دینی ہو یا دنیوی ہو۔ دینی علم کی دس کتابیں پڑھ کر بھی آدمی سمجھتا ہے کہ میرے جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے اور دنیوی تعلیم بھی کوئی میٹرک۔ بی اے۔ ایم اے کر لے تو سمجھتا ہے کہ میرے جیسا کوئی نہیں ہے۔ علم ظاہر سے اپنے ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے اور صفائے قلب سے اپنے کچھ نہ ہونے کا اور عظمتیں ساری اللہ کی ہیں اس کا احساس ہوتا ہے کہ اس نے مجھ میں یہ کمال پیدا کر دیا یا مجھے یہ توفیق عطا کر دی یہ بھی صفت اس کی ہے، میرا کچھ نہیں ہے اور اس میں فیل بھی وہی ہوتے ہیں جنہیں بڑی محنتیں کرنے کے بعد پھر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ نہیں میں بھی کچھ ہوں۔

جس طرح اسلام میں کلمہ حق کا انکار ہے، جس طرح اسلام میں ارکانِ دین کا انکار ہے، جس طرح اسلام میں اللہ کی عظمت اور نبی کی صداقت کا انکار ہے اور اس انکار سے بندہ کتنا بڑا کافر ہو جاتا ہے اسی طرح تصوف میں جب یہ بات آجائے کہ میں بھی ہوں تو اسے کہتے ہیں مرتد عن الطریقہ وہ اگر دین کے ارکان کا انکار کرتا ہے تو وہ دین سے مرتد ہوتا ہے اور صوفی میں اگر اپنی بڑائی کا خیال آجاتا ہے تو یہ طریقت کا مرتد ہوتا ہے اور یہ ایسا مرض ہے کہ اس سے شفا ممکن نہیں ہے۔ حضرت سید اشرف علی تھانویؒ سے کسی نے پوچھا تھا کہ یہ تصوف کا،

ہماری یہاں کی حکومتیں نام کی حکومتیں ہیں، اصل حکمران یہودی ہیں۔

صفائے باطن کا اور کسی شیخ کا انکار یہ کفر تو نہیں ہے اور قرآن میں اس کے ماننے کا کوئی حکم تو نہیں ہے تو آپ نے فرمایا کہ کفر تو نہیں ہے لیکن ایسے لوگ مرتے عموماً کفر پر ہی ہیں۔

مرتد عن الطریقہ جو ہوتا ہے وہ رفتہ رفتہ کفر تک پہنچ کر مرتا ہے چونکہ یہ کیفیات ہیں اور ایمان بھی ایک کیف ہے۔ کیفیات جب جلتی ہیں تو اس میں وہ کیفیت بھی جل جاتی ہے اور ہم نے دیکھا ہے بڑے بڑے نامور لوگوں کو جو ہمارے ساتھ بھی تھے، ہم سے بہت آگے بھی تھے، اونچے منازل پر بھی تھے ان کی زندگیاں بھی دیکھیں پھر ان کی موت بھی دیکھی۔ اللہ پناہ دے۔ جو اس بلندی سے گرتا ہے اس کا کچھ نہیں بچتا چور چور ہو جاتا ہے۔ جو جتنی بلندی سے گرے گا اسے اتنی ہی چوٹیں آئیں گی۔

یہ اتنا کچھ میں نے اس لئے عرض کیا کہ میرا اور آپ کا رشتہ صفائے قلب کا ہے باقی سارے کام ضمنی ہیں۔ ہم انسان ہیں۔ ہم مکلّف ہیں دنیا میں جینے کے، ہم مکلّف ہیں روزگار کرنے کے، ہم مکلّف ہیں حکومتی امور میں اپنی رائے دینے کے، ہم مکلّف ہیں تعلقات اور رشتے ناطے اور ساری زندگی کے امور ہم نے انجام دینے ہیں۔ ان میں جو کچھ کیا جاتا ہے وہ محض اس لئے ہوتا ہے کہ ہم نے اجتماعی طور پر، شعوری طور پر کچھ فیصلے ایسے کرنے ہیں جو ہمارے حق میں بہتر ہوں، ملک کے حق میں بہتر ہوں اور قوم کے حق میں بہتر ہوں۔ ورنہ ہمارا اصل مشن صرف یہ ہے کہ ہم قلوب کو تعلیم کتاب و حکمت کے لئے تیار کریں اور یہ اجتماع بھی اسی لئے ہوتے ہیں۔ مجھے تجربہ اس کے خلاف ہوتا جا رہا ہے میں اس لئے عرض کر رہا ہوں۔ کوئی آجاتا ہے کہ جی میرے بھائی کو مرگی کے دورے پڑتے ہیں میں اسے یہاں اس لئے لایا ہوں اپنے ساتھ، کوئی بیبیاں آجاتی ہیں کہ یہ بچی بیمار رہتی ہے......... میں نے کہا کہ جی یہ نہ تو کوئی درگاہ ہے، نہ یہاں کوئی مزار ہے اور نہ بیماروں کی شفا کا کوئی اہتمام ہے اور نہ اس کے لئے اجتماع کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ درست ہے دعا

کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھی لوگ جایا کرتے تھے، صحابہ کبار کے پاس بھی جاتے تھے، مشائخ کے پاس، اہل اللہ کے پاس بھی جاتے ہیں لیکن اپنے وقت پر جایا جائے۔ ضرورت ہے تو ضرور بات کی جائے، اپنے وقت پر کی جائے۔ یہ جو ایک خاص وقت رکھا گیا ہے اس پر احباب جمع ہوں اور مل کر ذکر اذکار ہو اور توجہ الی اللہ ہو اور قلبی کیفیات ہوں تو اس میں ''لچ تلنا'' کیا ضروری ہے۔ آپ کو ضرورت ہے تو خط لکھ کر نقش منگوا لیں، کوئی بات کرنی ہے تو خط لکھ کر کر لیں۔ تشریف لائیں، رات رہنا ہے تو رہیں دو دن رہیں یہاں تو کوئی پابندی نہیں ہے۔ اپنی بات کے لئے آپ آئیں جو اجتماع محض رضائے باری اور صفائے قلب کے لئے اور اللہ کے لئے کیا گیا ہے اس میں آپ اپنا ''لچ'' نہ تلا کریں۔ اپنے کاموں کے لئے اپنا وقت نکالا کریں۔

اگر ہم ملک کے نظام معیشت میں تبدیلی نہیں لا سکے اگرچہ ہم نے اپنی پوری کوشش کی ہے۔ الحمدللہ اس حد تک کی ہے کہ حکومت نے اعلان بھی کر دیا کہ اسلام نافذ کریں گے مگر آپ جانتے ہیں کہ ہماری یہاں کی حکومتیں نام کی حکومتیں ہیں، اصل حکمران یہودی ہیں۔ اس نے انکار کر دیا تو یہ بے چارے بھی خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ ہر ایک کو اللہ اپنا اجر دے گا اگر ہم نے خلوص سے کوشش کی ہے تو وہ قبول فرمائے۔ اگر انہوں نے مجبوراً انکار کیا ہے تو انہیں معاف کرے اور پھر توفیق دے۔ یہودی اپنی بربادی کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اور یہودیوں کی بربادی کی ابتدا افغانستان سے ہوگی جہاں جنگ اسلام کے لئے ہوئی ہے۔ جہاں جنگ کسی زمین، قومی، طبقاتی تقسیم کے لئے نہیں ہوئی۔ واحد ٹکڑا ہے افغانستان جہاں لوگ اس لئے لڑے ہیں کہ ہمیں کفر منظور نہیں اور ہم اسلامی حکومت بنائیں گے۔ اور یہ تو سمجھ آ رہی ہے اور اب تو کافروں کو بھی سمجھ آ رہی ہے۔ امریکن ریڈ کراس نے بھی کہا ہے کہ طالبان کی میت اگر ہمیں ملتی ہے تو ہم

> **اقوام مغرب سر جوڑ کر بیٹھی ہیں کہ یہ جو کچھ ہم افغانستان میں کر چکے ہیں اس سے جان کیسے چھڑائی جائے۔**

پہچان لیتے ہیں۔ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ کہ جی انہیں ہوتا کچھ نہیں، جیسے زندہ تھے ویسے ہی میت پڑی ہوتی ہے جب کہ ساتھ غیر ملکیوں کی میت ہو یا ان افغانوں کی میتیں ہوں جو ان کے خلاف لڑ رہے تھے وہ بھی گل سڑ جاتی ہیں۔ اب تو میت بھی ایک ہے، کلمہ وہ بھی پڑھتے ہیں، تسبیحات ان کے ہاتھوں میں بھی ہیں، میدان جنگ میں جو طالبان کے خلاف افغان لڑ رہے تھے میدان جنگ میں با جماعت نماز ادا کرتے ٹیلی ویژن پر میں نے دیکھے ہیں لیکن موت فیصلہ کر دیتی ہے۔ اُن کی ہڈیاں گل سڑ جاتی ہیں اور ان کی میت زندہ انسانوں کی طرح ہوتی ہے کیونکہ وہ شہید ہیں اور زندہ ہیں وہ اسلام کے لئے لڑ رہے ہیں۔ یہی پوائنٹ ہے۔ یہیں سے ردِ عمل شروع ہو چکا ہے۔ اب تو اقوام مغرب سر جوڑ کر اس لئے بیٹھی ہیں کہ یہ جو ہم کر چکے ہیں اس سے جان کیسے چھڑائی جائے۔ بعض مفسرین نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ جب بنی اسرائیل کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے عصا مارا، سمندر پھٹ گیا اور بنی اسرائیل اس میں داخل ہو گئے تو فرعون چونکہ لشکر کو بھگائے آ رہا تھا۔ خود گھوڑے پر سوار آگے آگے تھا تو سمندر پر پہنچ کر اس نے گھوڑے کی باگ کھینچ لی۔ اتنا تو وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ سمندر جو موسیٰ کی قوم کو راستہ دے رہا ہے وہ مجھے شاید راستہ نہیں دے گا۔ یہ راستہ میرے لئے نہیں ہے۔ اس نے گھوڑے کی باگ کھینچ لی اور چاہا کہ میں لشکر کو روک لوں۔ کہ اللہ کریم نے جبرائیل امین کو بھیجا۔ وہ ایک گھوڑی پر سوار ہو کر اس کے گھوڑے کے قریب سے گھوڑی دوڑاتے ہوئے گزرے اور گھوڑے نے منہ زور ہو کر اس کے پیچھے بھاگا اور یوں سب لوگ سمندر میں داخل ہو گئے۔ فرعون بھی داخل ہو گیا۔ اس کا لشکر بھی داخل ہو گیا جب یہ داخل ہو چکے تو بنی اسرائیل پار پہنچ چکے تھے، پانی آپس میں مل گیا۔ اب یہ فرعون جو تھا اس کے گھوڑے کو بھی قدرت کھینچ کر یہاں لے آئی ہے۔ اس سمندر سے اب یہ نہیں نکلے گا۔ یہ اللہ کا اپنا اہتمام ہے، اپنا انتظام ہے۔

اس میں وقت وہ خود مقرر کرتا ہے وہ کل ہوگا، دو سال بعد ہوگا، دس سال بعد ہوگا، یہ تو اس کو پتہ ہے لیکن یہ نظر آ رہا ہے کہ اس کا انجام یہی ہوگا۔

یہ سارے مداری کے تماشے ہیں۔ الیکشن ہو رہا ہے، ریفرنڈم ہو رہا ہے، فلاں کہتا ہے کہ میرا رہنا ضروری ہے، فلاں کا جانا ضروری ہے۔ دنیا کی کسی جگہ پر کسی چیز کا رہنا بھی ضروری نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ مجبور نہیں ہے کہ کہیں کسی کو ضرور رکھے۔ یہ اس کا اپنا کرم ہے چاہے رکھے چاہے چلا دے۔ آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آج تک کم وبیش سوا لاکھ کے قریب جو انبیاء و رسل گزر چکے کسی کا باقی رہنا ضروری نہیں ٹھہرا۔ یہ بڑے بڑے سلطان، یہ بڑے بڑے حکمران جنہوں نے برصغیر کو قدموں سے روندا، گھوڑوں کے سموں سے روندا اور اسے ایک خوشحال سلطنت بنا دیا۔ ان کے تو مقابر کا رہنا بھی ضروری نہیں رہا اور بچے شہنشاہوں کی قبروں پر کھیل رہے ہوتے ہیں۔ میرا اور آپ کا رہنا کہاں ضروری ہو گیا۔ اپنی اپنی باری پر سب چلتے رہیں گے ایک بات دھیان میں رہے کہ پوری توجہ سے ذکر کرو، انہی لوگوں کو توفیق ہوگی جن کے قلب ریا سے، بغض سے اور بری سوچوں سے پاک ہوں گے۔

زمین اللہ کی ہے اور اس کے وارث اللہ کے بندے ہیں لیکن اللہ کے نیک بندے۔ یہ وقتی طور پر انسان کو بخار نہیں ہو جاتا تو کیا بخار غالب ہوتا ہے انسان کی پوری زندگی پر۔ پوری زندگی میں اگر 80 دن بخار ہو گیا تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اسی طرح جیسے ایک صحت مند آدمی کو بخار ہو جاتا ہے اسی طرح ہم بحیثیت مسلمان بیمار ہیں۔ ہم بدپرہیزی کرتے ہیں، کافروں کی رسومات اپنا لیتے ہیں، کافروں کا کردار اپنا لیتے ہیں، جس کے نتیجہ میں یہ بخار ہے جو ہمیں چڑھا ہوا ہے اور روئے زمین پر ہم کلمہ گو قتل ہو رہے ہیں۔ ہم بدپرہیزی نہ کریں تو بخار کیوں چڑھے، ہم صحت مند ہو جائیں۔ آدمی ساری زندگی صحت مند رہتا ہے، بیماری چند روزہ

طوفان کی لپیٹ میں پورا برصغیر آئے گا، برما سے دریائے آمو تک اسلامی ریاست بنے گی۔

ہوتی ہے لیکن اگر وہ بدپرہیزی جاری رہے یا جس وجہ سے بخار ہے، اس کو دور نہ کیا جائے تو بخار بڑھتا ہی جائے گا۔ اس کے باوجود زمین اللہ کے بندوں سے خالی نہیں ہوتی۔ ایسے دل بھی ہیں جن میں سوائے اللہ کی محبت کے اور کچھ نہیں ہے۔ جنہیں حکومت و سلطنت نہیں، نام و نمود نہیں، تاج و کرسی نہیں بلکہ اللہ کی عظمت چاہئے اور اللہ کی عظمت کے لئے جو اپنی جانیں لگانا چاہتے ہیں اور لڑ رہے ہیں، شہید ہو رہے ہیں، یہ جنگ تو ابھی پھیلے گی اس کی لپیٹ میں کشمیر بھی آئے گا، اس کی لپیٹ میں ہم بھی آئیں گے، یہاں سے بھی طوفان گزرے گا، اس کی لپیٹ میں پورا برصغیر آئے گا اور برما سے دریائے آمو تک انشاء اللہ اسلامی ریاست بنے گی۔ ہر کام اپنے وقت پر ہوتا رہے گا آپ کو میں اس لئے بتا رہا ہوں کہ آپ کم از کم اپنے آپ کو اس کے لئے تو فٹ کر لیں۔ لڑائی تو کبھی ہوتی ہے۔ فوجی سارا سال پریڈ کرتے ہیں۔ کتنے ایسے ہیں جو پریڈیں کر کر کے آ گئے ان کی پوری سروس میں لڑائی ہوئی ہی نہیں لیکن وہ جنگ کے لئے تیار تو رہتے ہیں اسی کے لئے انہیں پنشن ملتی ہے.......... یہ کب ہوگا خدا جانے، ہم نہیں ہوں گے لیکن اس کے لئے تیار تو ہو رہیں، پنشن تو مل جائے۔ ان میں شامل ہو تو جائیں۔ اس کی تیاری کرو اور اس کی تیاری یہ نہیں ہے کہ آپ بندوقیں اکٹھی کریں، اس کی تیاری یہ ہے کہ دلوں کو صاف کر لو جس طرح فوجی کو ظاہری صحت دیکھ کر بھرتی کرتے ہیں ناں اس میں قلوب کو دیکھ کر توفیق دی جائے گی اور شیخ کے ساتھ مرکزی تعلق جو ہے آپ کا وہ صفائے قلب کا ہے باقی کوئی کام ہو یا نہ ہو۔ تعویز دے یا نہ دے، دم کرے یا نہ کرے اور آپ کی کوئی بات سنے یا نہ سنے۔ ہاں! یہ آپ کا حق ہے کہ آپ جب آئیں آپ کو ذکر نصیب ہو، آپ کو توجہ دی جائے۔ آپ دنیا میں کہیں بھی ذکر کرنے بیٹھیں تو آپ کو وہاں برکات نصیب ہوں۔ یہ آپ کا حق ہے۔ یہ شیخ کی ذمہ داری ہے۔ یہ اس کا

احسان نہیں ہے۔ یہ کام اس نے کرنا ہے، یہ اس کی ذمہ داری ہے۔ اس کے علاوہ باقی ضمنی باتیں ہیں۔ ہوگئیں ہوگئیں نہ ہوئیں نہ سہی۔ جن کے پیر نہیں ہیں ان کا بھی علاج ہو جاتا ہے، جن کو ہمارے تعویز نہیں ملتے ان کو بھی شفا مل جاتی ہے، یہ تو ضمنی باتیں ہیں، انہیں مرکزی اور اصلی حیثیت مت دو۔ مرکزی اور اصلی حیثیت ہے صفائے قلب کی۔ ایک دوسرے پر اپنی برتری منوانا چھوڑ دو۔ کوئی بھی بڑا نہیں ہے سب چھوٹے ہیں، سب کے سب محتاج ہیں، سب کے سب فقیر۔ صرف اللہ غنی ہے، لوگو! تم سب فقیر ہو۔ سارے محتاج ہو۔ کسی کو ضلعی صدر بنا دو تو وہ اکڑ جاتا ہے، کسی کو ذکر کے لئے کہہ دو کہ تم یہاں ان پانچ بندوں کو ذکر کروایا کرو تو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ میں جبرائیل بن گیا ہوں۔ یہ اگر سارا کچھ یہی کرنا ہے تو پھر اللہ کے تکلف کی کیا ضرورت ہے اور اگر محنت کرتے ہو تو ان چیزوں پر دھیان دو اور اللہ کی فوج کا سپاہی بننے کی کوشش کرو، دلوں کو صاف کرو، دلوں میں بغض مت رکھو، کسی کے خلاف غلط سوچ مت رکھو۔ اللہ کی مخلوق کو آپ کے وجود سے فائدہ ہونا چاہئے نقصان نہیں وہ مومن ہے یا کافر ہے۔ مومن ہے تو اس کا حق بنتا ہے، کافر ہے تو اس کا بھی حق بنتا ہے کہ اس کی جان، مال اور آبرو کو تحفظ ملے، یہ حق ہے اس کا۔

آنے والے وقت کے لئے مسلسل پریڈ کرو۔ ہماری پریڈ یہی ہے کہ ہم صبح وشام، دن رات جب بھی موقع ملے قلب پر پوری توجہ کر کے محنت سے اللہ کا نام لیں۔ وقت قریب ہے۔ یا تو کل ہی جنگ ہو جائے گی ہم بھی اس میں شامل ہوں گے یا جنگ سے پہلے موت آ جائے گی۔ دونوں صورتوں میں تیاری کی ضرورت ہے۔ کہ موت آ جائے تو وہ بھی ہمیں سپاہی پائے۔ مرنے کے بعد بھی پینشن مل جاتی ہے لیکن اگر بندہ فوج میں ہو تو۔ اور جنگ آئے تو ہمیں تیار پائے۔

یہ طے ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

سپر پاورز کا نام شاید تاریخ میں رہ جائے، زمین میں انشاء اللہ نہیں رہے گا۔ لوگ کہیں گے کہ کبھی USA ہوا کرتا تھا۔

نے حال کی جنگ کو جس میں سارا کفر متحد ہو کر ایک طرف ہو جائے گا اور اسلام کا نام ونشاں مٹا دینا چاہے گا، کفر کے ارادے کیا ہیں.........

یہودی نے ایک ڈرنک بنایا اس کا نام رکھا کوکا کولا۔ اس کے لکھنے میں کمال یہ ہے کہ اس بوتل کو شیشے کے سامنے رکھ کر شیشے سے پڑھیں تو لکھا ہے لامحمد لا مکہ۔ یعنی محمد کا نام مٹا دو، مکے کا نشان مٹادو۔ یہ جو پیپسی آپ روز پیتے ہیں یہ ایک جملہ ہے۔

Pay each penny save Israel

اس کا ایک ایک پہلا حرف لے کر پیپسی کا لفظ بنایا ہے اور ان سب سے مفادات سیدھے یہودیوں کو جاتے ہیں۔ یہ یہاں جتنے بنا رہے ہیں، اصل نسخہ ان کا ہے، یہ انہیں رائلٹی دے کر یہاں بناتے ہیں۔ کچھ قادیانیوں نے مشروب بنا لئے ہیں یہ بھی یہود کی ایک برانچ ہے۔ جب یہ مشروبات نہیں تھے لوگ تب بھی زندہ رہتے تھے بازار سے وہی منگوا کر لسی بنالو، فروٹ منگوا کر جوس نکال لو، صحت مند بھی ہوگا، تازہ بھی ہوگا۔ یہ الم غلم جو ہے ہم سے اس میں بھی پیسہ لے رہے ہیں اور ان کے ارادے دیکھو، نیتیں دیکھو۔ آپ نے شاید غور کیا یا نہیں، میں نے خود سنا تھا صدر امریکہ کی زبان سے جو اس کی تقریر آ رہی تھی اس میں کہ پٹھانوں کا قصور کیا ہے تو اس نے کہا کہ

They were going to finish our culture around the Globe.

یہ روئے زمین سے ہماری تہذیب کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے۔ ایک نئی تہذیب ایک نیا زندگی کا اسلوب، لوگوں کو ایک نئے لائف سٹائل سے آگاہ کر رہے تھے لوگوں کو بتا رہے تھے کہ اس طرح جینا، مرنا ہے۔

ان کی تہذیب کیا ہے یہ جانوروں کی طرح رہنے کو تہذیب کہتے ہیں۔ برہنگی، بے حیائی، سود خوری، سؤر خوری ان کی تہذیب ہے۔ اسے وہ تہذیب کہتے ہیں تو یہ کفر اسلام کی جنگ

ہر ہر موڑ پر جاری ہے۔ فی الحال یہودیوں کا اقتدار اتنا مستحکم ہے کہ جس ملک کی چاہیں حکومت بدل دیں، جس کو چاہیں آگے لے آئیں۔ سب مہرے بنے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ ہم اپنی اصل سے کٹی ہوئی پتنگیں ہیں۔ لیکن اب وقت بہت قریب آ گیا ہے۔ جو کچھ وہ کر چکے ہیں اس کا حساب بھگتیں گے۔ ان سپر پاورز کا نام شاید تاریخ میں رہ جائے، زمین میں انشاء اللہ نہیں رہے گا۔ لوگ کہیں گے کہ کبھی USA ہوا کرتا تھا۔

- ذکر میں باقاعدگی پیدا کریں، اجتماعات میں باقاعدگی پیدا کریں۔ جو ذمہ دار حضرات ہیں اپنی ماہانہ رپورٹوں میں لکھا کریں کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور باقاعدگی سے رپورٹیں بھیجا کریں تاکہ پتہ چلے کہ کتنا اہتمام آپ نے ذکر کا کیا ہے۔ اس میں کیا تکلیف، کیا رکاوٹ ہے، کیا ضرورت یا کیا مدد کی جا سکتی ہے۔ اپنے آپ کو فٹ رکھیں۔ غذا بھی احتیاط سے کھائیں۔ حلال کھائیں اور بھوک رکھ کر کھائیں اور چلنے پھرنے کے قابل رہیے۔ فٹ رہیے۔ اپنے آپ کو سپاہی کی طرح زندہ رکھیں۔ میں تو دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہم سب کو اس میں شمولیت کی توفیق دے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہجرت کے لئے کوئی گھر سے نکلا اور اسے موت آ گئی تو اس کا سارا ثواب اللہ اسے دے گا۔ گویا اس نے ہجرت مکمل کر لی۔ جو صمیم قلب سے اپنے آپ کو غلبہ اسلام کے لئے تیار رکھے گا تو اس نے سارا اجر پا لیا شہید ہونے کا بھی اور جنگ کرنے کا بھی۔ اگرچہ جنگ میں شامل نہ بھی ہوا۔

ہماری جنگ کسی قوم کے ساتھ، کسی طبقہ کے ساتھ، یا کسی اور کے ساتھ نہیں ہے ہماری جنگ ظلم کے خلاف ہے۔ ہماری جنگ کفر کے خلاف ہے۔ ہماری جنگ غلبہ اسلام قیام امن، قیام عدل کے لئے ہے۔ اور وہ کوئی روایتی جنگ نہیں ہوگی وہ بھڑکے گی تو اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔ اور اس میں بڑے بڑے نام بہہ

ان کے پرخچے اس طرح اڑیں گے کہ خود انہیں بھی ہوش نہیں آئے گی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

جائیں گے۔

ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ کون حکومت بنا رہا ہے اور کون ملک کا صدر بن رہا ہے اور کون ریفرنڈم کروا رہا ہے اور کون اسمبلی میں جائے گا اس لئے یہ سارا ایک وقتی کھیل ہے اور ان کے دھوئیں اٹھتے نظر آ رہے ہیں۔ ان کے پرخچے اس طرح اڑیں گے کہ خود انہیں بھی ہوش نہیں آئے گی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ سارا میدان کارزار ہے۔ اسے حضور ﷺ نے غزوۃ الہند کہا ہے۔ برصغیر کا عظیم معرکہ۔ اس لئے سارا برصغیر اس کی لپیٹ میں آ جائے گا۔

تو میرے بھائی اپنے اجتماعات میں باقاعدگی پیدا کرو۔ جہاں جہاں ہو وہاں وہاں ذکر کا اہتمام کرو اور تیاری کرو یار! فوجی کا کام ہے فٹ رہنا۔ لڑائی سے پہلے بھی مر جائے تو پنشن تو ہو جاتی ہے۔ کہ لڑائی کے لئے، جان دینے کے لئے تیار تو تھا۔

اور یہ چھوٹی چھوٹی باتیں، چھوٹے چھوٹے روزمرہ کے کام ان سے دلوں میں خلش پیدا نہ کیا کرو۔ دل بڑی قیمتی چیز ہوتی ہے۔ اب اس میں رنجش کے کانٹے نہیں بونے چاہئیں۔ ان کو دماغ تک اور باہر تک رہنے دیں۔ زندگی کبھی ہماری خواہشات کے مطابق نہیں ہو سکتی۔ زندگی اس کے حکم کے تابع ہے۔ ہم پتہ نہیں کیا سوچتے ہیں۔ ہماری سوچ محدود ہے، ہم غلط سوچتے ہیں یا صحیح سوچتے ہیں ہمیں یہ بھی نہیں پتہ۔ وہ جو کرتا ہے ٹھیک کرتا ہے۔ جہاں ہمارے خیال کے خلاف کچھ واقعہ ہوتا ہے، ہمارا خیال غلط ہوتا ہے اور بات وہ صحیح ہوتی ہے۔ اس لئے ان چیزوں کو، چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل کی گہرائی تک مت جانے دو۔

اللہ کریم آپ سب کو ہمت بھی دے، توفیق بھی دے، قبول بھی فرمائے اور یار اگر اتنے دل ہی جتنے آج ہم یہاں بیٹھے ہیں، اگر اتنے دل ہی سچائی کے ساتھ روشن ہو جائیں تو کیا ہم ایک آگ نہ لگا دیں جہان میں۔ اگر نہیں لگتی تو ہماری ہی شعلے دھیمے ہیں ناں۔ ہم خود بین بین چلتے ہیں، نماز کے وقت نماز پڑھ لی، جھوٹ

کے وقت جھوٹ بول لیا۔ ذکر کے وقت ذکر کر لیا۔ ذکر میں بھی ہم ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے ٹانگیں کھینچتے رہتے ہیں، تو کیا فائدہ۔ او زہر کھا کر تو کوئی مرے تو مرے دودھ پی کر مرنے والا کتنا بدنصیب ہے۔ دودھ دوا بھی ہے غذا بھی ہے۔ تو دودھ میں اتنی بد پرہیزی کرے کہ پیٹ پھٹ جائے، دودھ پی کر مر جائے تو کتنا بدنصیب ہے۔ کوئی زہر کھا کر مر جائے وہ تو مر جائے کہ اس نے تو زہر کھالیا۔ لیکن دودھ پینے والا زندگی کے مزے کیوں نہ لے، دودھ پی کر مرے کیوں۔

اگر اللہ اللہ کرنا ہے تو اس کے لئے خلوص چاہئے۔ یہ صفائی کے لئے تو ہے پھر اس میں ہم لوگوں نے غلاظت ملالی تو پھر صفائی کہاں ہوگی۔ ایک کپڑے کو آپ جتنا دھوتے رہیں، ایک قمیض کو آپ جتنا دھوتے رہیں، اس کی جیبیں غلاظتوں سے بھر دیں تو اس کو جتنا دھوئیں گے اتنی ہی غلاظت پھیلتی جائے گی۔ جب تک جیبوں سے گندگی نہ نکالیں گے قمیض صاف نہیں ہوگی۔ ہم میں یہ کمزوری ہے کہ ہم دوسروں کے محتسب بنے ہوئے ہیں کہ فلاں نے یہ کر دیا، فلاں نے یہ کر دیا۔ یار، اپنا محاسبہ کرو اس مشتِ غبار کو، اس ایک بندے کو سیدھا کر لو تو تم نے جہان کو سیدھا کر لیا اور اگر اس ایک کو سیدھا نہیں کر سکتے تو پھر دوسرے کو کہتے کیا ہو؟

یہ صرف آج کے اجتماع میں ہم جتنے حضرات وخواتین جمع ہیں، اللہ ہمیں توفیق دے، ہم سدھر جائیں۔ ہم سود کھانا چھوڑ دیں۔ حکومت زبردستی تو نہیں کھلاتی آپ لینا چھوڑ دیں یار۔ کیوں لیتے ہیں سود؟ جب حکومت کا نظام ہی بدل جائے گا تو پھر سود نہ لینے میں کمال کیا ہوگا۔ پھر تو ملے گا ہی نہیں۔ اب لینا چھوڑ دو۔ درگزر سے کام لو۔ دوسروں کے لئے سہولتیں پیدا کرو۔ کسی کو آپ سے آسائش ہونی چاہئے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو اللہ کو پسند ہیں اور وہ اپنا نام لینے کی توفیق ارزاں کرتا ہے۔ اس سے زیادہ آپ لوگ کیا چاہتے ہو کہ چودہ سو سال بعد آپ

> **کوئی زہر کھا کر مر جائے وہ تو مر جائے کہ اس نے تو زہر کھا لیا۔ لیکن دودھ پینے والا زندگی کے مزے کیوں نہ لے، دودھ پی کر مرے کیوں۔**

کے قلوب کا تعلق بارگاہِ رسالت سے جوڑ دیا جائے۔ ہم لوگ تو اس کو ماننے کو تیار نہیں کہ ایسا ممکن بھی ہے۔ لوگوں کی تو سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم دنیا کی سیٹلائٹ پر روئے زمین کی چیزیں دیکھ سکتے ہو تو اگر کسی کا دل ہی سیٹلائٹ بن جائے تو اس سے کیا چھپ سکتا ہے۔ اگر تم چھت پر ایک ٹین کی چادر لگا دو تو تم سارے جہان کے تماشے دیکھ سکتے ہو۔ اگر تم ایک کمپیوٹر ایجاد کر چکے، تم Imaginations کو اور سوچوں کو بھی تصویروں کی شکل دے سکتے ہو اور اس میں بنا سکتے ہو کہ فلاں وقت ایسا ہوا ہوگا چلو اس کا نقشہ بنالاؤ۔ اگر یہ ظاہری مشینیں اتنا کام کر سکتی ہیں تو دل تو دل ہے۔ جب یہ روشن ہوتا ہے.........

چودہ طبق دلے دلے اندر تنبو وانگن تانے ہو

فرمایا! میری تجلیات کو، میرے جمال کو زمین وآسمان سمو نہیں سکتے لیکن مومن بندے کے دل میں جو چھوٹا سا دھڑکتا ہوا دل ہے اس میں اتنی وسعت ہے کہ وہ سمو لیتا ہے۔ لیکن دل کو دل سمجھا جائے، تب۔ اور اسلام کا اصولی طور پر ہمارے پاس صرف یہی شعبہ ہے۔ باقی جو کام ہم کرتے ہیں ان کی حیثیت ثانوی ہے۔ چونکہ اس کے ساتھ Related ہیں، جُڑے ہوئے ہیں۔ اب جو استاد کتاب پڑھاتا ہے وہ اخلاق بھی سکھاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ غلطی بھی نہ کرو، سزا بھی دیتا ہے اگر غیر حاضری کرو، بری محفل میں بیٹھنے سے بھی روکتا ہے۔ اس سارے سسٹم سے اسے کیا مطلب، اس نے تو کتاب پڑھانی ہے۔ نہیں، صرف کتاب ہی نہیں پڑھانی، جسے کتاب پڑھانی ہے اسے کتاب پڑھنے کے قابل بھی رکھنا ہے۔ تو اصولی طور پر ہمارا شعبہ یہ ہے باقی جتنے کام کرتے ہیں وہ محض اس لئے کہ وہ اس کے ساتھ ضروری ہوتے ہیں۔ جو اس کے ساتھ ضروری نہیں ہوتا اس کی ہمیں ضرورت نہیں ہوتی۔ اللہ سب کو توفیق ارزاں کرے، قبول فرمائے اور غزوۃ الہند میں شرکت کی توفیق دے۔ اس سے پہلے اگر موت آجائے تو ہمارا نام ان سپاہیوں میں شامل رکھے۔

من الظلمت الی النور

تحریر .... ڈاکٹر شعیب قیوم

سلسلہء عالیہ میں شامل ہوئے مجھے سات مہینے ہو چکے ہیں۔ جب میں سلسلے میں شامل ہوا تو عجب بات یہ تھی کہ اس سے قبل نہ تو میں نے سلسلے کے بارے میں سن رکھا تھا اور نہ ہی الاخوان کے بارے میں جبکہ میری شمولیت سے مہینہ پہلے ہی کیمپنگ (خیمہ بستی) کا واقعہ رونما ہوا تھا۔ جس گھر میں میں نے آنکھ کھولی اس میں ماحول دینی تھا' نمازیں باقاعدگی سے ادا کی جاتی تھیں۔ چنانچہ میں بھی نماز پڑھتا تھا مگر ایک Exercise کے تحت۔ ہاں امتحانوں کے دنوں میں نمازوں میں باقاعدگی بے مثال ہوتی تھی مگر پرچے ختم ہوتے ہی کھلی چھٹی مل جاتی۔ میٹرک کی چھٹیوں میں حج بیت اللہ کرنے کا موقع بھی مل گیا۔ مگر ان تمام برکات کے باوجود دنیا کے تمام کام ساتھ ساتھ تھے۔ نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے وقت میرے والدین وفات پا چکے تھے اور فوج میں ہونے کے سبب کوئی Check نہیں تھا اس لئے بے روک ٹوک زندگی بسر کی۔ انگلش گانوں کا میں بہت شوقین تھا۔ میرے پاس کوئی ہزار سے زائد انگلش گانوں کی کیسٹس موجود تھیں۔ فلمیں بھی ہر قسم کی دیکھتا۔ ہاں آج تک نہ کبھی سگریٹ کو ہاتھ لگایا ہے اور نہ کبھی شراب کو۔ زندگی کا مقصد صرف اچھا ڈاکٹر بننا اور اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرنا تھا۔

سلسلہء عالیہ میں شمولیت کا سبب :۔

میں سلسلہء عالیہ میں شامل ہوتے وقت سیالکوٹ میں تھا۔ ڈاکٹر سلمان نے سلسلے سے متعارف کرایا جو کہ ہمارے ساتھ ہی ڈیوٹی کر رہے تھے۔ اس سے پہلے میں انہیں جانتا تک نہیں تھا۔ سیالکوٹ میں میرا Room mate مرزائی تھا اور ڈاکٹر سلمان اس کا عقیدہ درست کرنے کی نیت سے شاید اس کے پاس آتے تھے اور اس سے روابط بڑھا رہے تھے مگر شاید اس کے نصیب میں تو کچھ نہ تھا مگر میری زندگی ضرور بدل گئی۔ میں اب سوچتا ہوں کہ سلسلہء عالیہ میں آنے کا سبب کیا تھا تو اللہ کی منشا کے علاوہ کوئی سبب نہیں پاتا۔ اپنی زندگی کا یہ سب سے بڑا فیصلہ میں نے ایک پل میں بغیر سوچے سمجھے کر لیا۔ شاید یہ اللہ کو منظور تھا۔ مگر جس دن سے ذکر شروع کیا ہے اس کے بعد کوئی دن بغیر ذکر کے نہیں گیا۔

سلسلہء عالیہ میں شمولیت کے بعد تبدیلیاں :۔

تبدیلیوں کا ایک مسلسل سلسلہ ہے جو جاری ہے مگر جب میں سوچتا ہوں کہ میں کیا تھا اور کیا ہو گیا ہوں تو ایک واضح فرق نظر آتا ہے۔ جس کو دیکھ کر میں خود حیران ہو جاتا ہوں۔ سب سے بڑی تبدیلی یہ آئی کہ ایک بھی نماز Miss نہیں ہوئی۔ تہجد کے بارے میں تو کبھی سوچا بھی نہ تھا مگر اب اکثر تہجد نصیب ہو جاتی ہے۔ اس میں حیران کن امر یہ ہے کہ مجھے آج تک کسی نے اتنا تک نہیں کہا کہ آپ نماز قائم کرو یا تہجد پڑھو جیسا کہ تبلیغ میں ہوتا ہے' سب تبدیلیاں خود بخود آ رہی ہیں مجھے ذاتی مجاہدہ نہیں کرنا پڑتا۔ جب میں اپنے آپ کو اندر سے ٹٹولتا ہوں تو اپنے آپ کو وہی کمزور شخص پاتا ہوں مگر جب میں دیکھتا ہوں کہ میں کر کیا رہا ہوں تو حیرانی ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ایک ان دیکھی قوت یہ سب کچھ کرا رہی ہے مجھے صرف ارادہ کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ غلطیاں اب بھی سرزد ہو جاتی ہیں مگر پہلے سے بہت کم۔ دنیاوی خواہشات بہت کم ہو گئی ہیں ہر کام ضرورت کے تحت ہی ہوتا ہے۔ نماز پڑھنے میں بہت مزا آتا ہے۔ دن بھر میں خوشی کا سب سے بڑا لمحہ وہ ہوتا ہے جب میں تہجد کے لئے اٹھنے میں کامیاب ہو جاتا ہوں۔ غلط کام سرزد تو ہوتے ہیں مگر بعد میں حضرت مدظلہ عالی کی تقاریر کے الفاظ بار بار یاد آتے ہیں اور رہ رہ کر پشیمانی ہوتی ہے۔ اس سب کے برعکس جب اپنی نیت پر غور کرتا ہوں تو اس میں خلوص کی کمی پاتا ہوں۔ بعض اوقات اس بات پر بڑی پریشانی ہوتی ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں جب حضور ﷺ بھی ہوں گے اور حضرت

مدظلہ عالی بھی ہوں گے تو کہیں میری وجہ سے ان کو کسی قسم کی شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ ایسا شعور مجھے اس سلسلے میں ہی آ کر ملا اگر میں اپنی ساری زندگی اور ساری ڈاکٹری اس میں لگا دیتا تو یہ خیال کبھی پیدا نہ کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت عطا فرمائے۔

ہمارے سلسلے میں شخصیت پرستی کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی مگر حضرت مدظلہ عالی" کی شخصیت اتنی Dominating ہے کہ اس سے متاثر ہوئے بغیر کوئی نہیں رہ سکتا۔ حضرت سے ملاقات سے قبل میں سیالکوٹ میں حاجی حبیب الرحمان کے پاس ذکر کے لئے جایا کرتا تھا اور کبھی کبھار لاہور کرنل مطلوب کے پاس ذکر کرنے چلا جاتا۔ ایک دفعہ میانوالی میں میجر غلام محمد سے ملاقات ہوئی۔ جس سے بھی ملتا اس سے متاثر ہو جاتا۔ حضرت مدظلہ العالی کے بارے میں ساتھیوں سے سنا تھا کہ ایسے ہیں' مزاج کے تیز ہیں مگر اللہ نے توفیق دی۔ میں نے ان کو اس کے برعکس پایا' بہت شفیق اور ایک باپ کی طرح خیال رکھنے والا پایا۔ بغیر کسی وجہ کے کبھی برہم نہیں دیکھا۔ وہ ساتھیوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتے ہیں جیسا کہ اپنی اولاد کے ساتھ۔

جب میں نیا نیا سلسلے میں آیا تھا تو ایک مرتبہ ہفتہ وار چھٹی کے دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کوئی ساتھی حضرت سے کسی کاغذ پر نقش لکھا کر لے گئے۔ میں نیا تھا مجھے پتا نہیں تھا کہ یہ نقش ہے۔ میں سمجھا کہ حضرت جی کے دستخط ہیں۔ اسی شوق میں' میں بھی حضرت کے پاس چلا گیا۔ میرے پاس تفسیر کی کتاب تھی۔ میں نے اس کا پہلا ورق حضرت کے سامنے کر دیا اور عرض کی کہ "حضرت مجھے بھی اسی پر کچھ لکھ دیں" حضرت نے شفقت فرمائی اور انگریزی میں یہ الفاظ لکھ کر اپنے دستخط کر دیئے۔

Be with Allah where ever you are.

پہلے تو میں یہ سوچتا رہا کہ حضرت لکھنا چاہتے ہیں۔

May Allah be with you where ever you are.

مگر شاید گرائمر کی غلطی کر گئے ہیں مگر بعد میں سمجھ آئی کہ حضرت سو فیصد ٹھیک تھے بھلا کسی انسان کی کیا مجال کہ وہ اللہ کو تجویز کرے کہ تو اس بندے کے ساتھ ہو جا' ہاں بندے کو تاکید کی جا سکتی ہے کہ تم اللہ کو ہر پل یاد رکھو۔ حضرت کی اس دعا کا جو اثر ہوا وہ میں یہاں بیان نہیں کر سکتا مگر اتنا عرض ہے کہ اب کسی اور دعا کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اس در سے کوئی بدنصیب ہی خالی ہاتھ گیا ہوگا۔ گزارش یہی ہے کہ آپ بھی اپنا حصہ لے جائیں۔ اللہ آپ کو بھی نصیب کرے۔

سلسلہء عالیہ اور نفاذ اسلام کے لئے میری قربانی :۔

کوئی خاطر خواہ قربانی نہیں دی۔ اپنی حیثیت اور ذہنی اور مالی استطاعت کے مطابق کوشش کرتا رہتا ہوں مگر حق تو یہ ہے کہ جب بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی کوشش کی جائے وہ مال ہو وقت ہو یا ذاتی توانائیاں' اللہ نے 24 گھنٹے کے اندر اندر اس سے بڑھ کر ایسا صلہ دیا کہ قربانی کا احساس تو پیدا ہی نہیں ہوا بلکہ اس کے احسان کے احساس کا غلبہ رہا۔ بے شک اللہ قرض نہیں رکھتا میں 24 گھنٹے کا لفظ اس لئے استعمال کر رہا ہوں کہ اگر دنوں میں کہوں گا تو زیادتی ہوگی۔ دعا یہی ہے کہ اللہ مجھ سے بھی کوئی دین کا کام لے لے اور خاتمہ اسی نسبتِ عالیہ کے ساتھ ہو۔ (آمین)

شکرانہ

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ
اس سے عالی اور ہوں کس کے نصیب
کہ ہو مالک جس کا شہ رگ سے قریب
وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ
کون ہے ہم سا مقدر کا دھنی
اب ہمیں اس کی معیت ہے نصیب
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَكَ يَا اللّٰهُ
اس کو کر لے دل میں اپنے جا گزیں
ایک ہے اللہ جو ہے سب کا حسیب
ہے عنایت ہم پہ رب کی کس قدر
جو ہمیں بخشا نبی ﷺ اپنا حبیب
جو جہاں میں آپ ﷺ کا ہو امتی
نا مناسب ہے اسے کہنا غریب
يَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ
ہے ہدایت کی انابت شرط ایک
ہاں ملے گی ان کو جو ہوں گے منیب
کر دیا ہے بہرہ ور اسلام سے
جو ہمیں بخشا ہے اعزاز نجیب
اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ
کر خطائیں تو اویسی کی معاف
ملتجی ہوں تجھ سے اے میرے مجیب

عبدالرزاق اویسی ...... ٹوبہ

اے اللہ!

ہمیں جذبہ جہاد اور
جذبہ شہادت عطا فرما

U.K. گارمنٹس (انٹرنیشنل)

ایکسپورٹرز اینڈ مینوفیکچرز
آف ہوزری گارمنٹس

گارمنٹس اور بہترین ہوزری مصنوعات
یورپ اور امریکہ کو ایکسپورٹ کی جاتی ہیں

برائے رابطہ:- پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد فون نمبر:- 665971

شہادتِ حضرت عمر فاروقؓ

محققین لکھتے ہیں کہ خلافتِ شیخین (سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ) علیٰ منہاجِ نبوۃ تھی یعنی اس میں وہ طریقہ، وہ سلیقہ، وہ برکتیں، وہ رحمتیں، وہ جذبہ ایمان اسی طرح روبہ کمال رہا جس طرح عہدِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں تھا۔ لیکن ایک فرد کی شہادت نے تاریخ انسانی کو اس کمال سے محروم کر دیا۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ 15-03-2002

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ o

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ o

مَوْلَا یَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تم لوگ تمام امتوں میں سے بہترین امت ہو۔

اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کہ تمہاری بناوٹ، تمہاری اٹھان، تمہاری تعمیر اس بات پر ہے کہ تم بنی نوع انسان کے لئے زندہ رہتے ہو۔ تامرون بالمعروف انہیں بھلائی کا راستہ دکھاتے ہو وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور غلط کاموں سے، برائی سے انہیں روکتے ہو۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور اللہ پر یقین رکھتے ہو کہ اللہ پر ایمان اور یقین کی دلیل یہی ہے کہ احکام الٰہی کی تنفیذ و تعمیل کے لئے اپنی عمر صرف کر دی جائے۔

اللہ جل شانہٗ کی شان ایسی ہے کہ اسلامی سال کی ابتدا محرم سے ہوتی ہے۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ یکم محرم 24ھ کو شہادت کے بعد روضہ اطہر میں دفن کئے گئے۔ بے شمار قربانیوں سے یہ سال شروع ہوتا ہے اور سیدنا حسینؓ کی شہادت خانوادہ نبوت کی مظلومانہ شہادت ایک ایسی عظیم داستان ہے جو اسلامی کیلنڈر کی ابتدا کو نورِ شہادت سے منور کر دیتی ہے۔

14 صدیوں میں سال کا کوئی دن، کوئی رات ایسی نہ ہوگی جو شہادت سے عبارت نہ ہو لیکن عجیب بات یہ ہے کہ سال کا آخری مہینہ ذوالحجہ آتا ہے اور ذوالحجہ بھی سیدنا اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ کی عظیم قربانی کی یادگار لئے ہوئے ہے۔ ہمیں سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی قربانی میں بھی تمام انسانی محبتیں، تمام انسانی جذبے اور تمام انسانی رشتے قربان ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح شہادت سیدنا فاروق اعظمؓ بھی ایک اتنا عظیم واقعہ ہے جس کے اثرات تاریخ انسانی پر مرتب ہوئے اور روشن زمانہ جو عہد نبوت میں اصلاح پذیر ہوئی تھی سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں اسی آب و تاب کے ساتھ روبہ کمال رہی۔ سیدنا فاروقِ اعظمؓ کے عہدِ خلافت میں بھی اسی طرح روبہ کمال رہی۔ اسی لئے محققین لکھتے ہیں کہ خلافتِ شیخین (سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ) علیٰ منہاجِ نبوۃ تھی یعنی اس میں وہ طریقہ، وہ سلیقہ، وہ برکتیں، وہ رحمتیں، وہ جذبہ ایمان اسی طرح روبہ کمال رہا جس طرح عہدِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں تھا۔ لیکن ایک فرد کی شہادت نے تاریخ انسانی کو اس کمال سے محروم کر دیا۔

صحابہ کرامؓ کا زمانہ تھا اور بہترین زمانہ تھا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سب سے بہترین زمانہ میرا ہے، پھر جو میرے بعد ہیں ان کا ہے پھر جو ان کے بعد ہیں ان کا ہے۔ انہیں قرون ثلاثہ کہا جاتا ہے۔ یہ تین زمانے خیر القرون کہلاتے ہیں، سارے زمانوں سے بہتر زمانے۔ ان کے بہتر ہونے کی

وجوہات میں ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ کا زمانہ ہے جس میں اللہ کی مخلوق کو اللہ کا نام نصیب ہوا، اللہ کا تعارف نصیب ہوا اور کفر کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق لوگ نورِ ایمان سے منور ہو کر اللہ کے روبرو کھڑے ہوئے اور واصل باللہ ہوئے اور عظمت صحابیت پر سرفراز ہوئے۔ یہ ایک ایسا عظیم زمانہ تھا کہ درجات سب کے اپنے ہیں، خصوصات سب کی اپنی ہیں لیکن ہر وہ بندہ جسے ایمان نصیب ہوا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک نگاہ نصیب ہو گئی یا اس کی نگاہ وجودِ اقدس پر پڑ گئی وہ شرفِ صحابیت سے سرفراز ہو گیا۔

صحابی کا لغوی ترجمہ تو شاید صحبت حاصل کرنے والا ہو لیکن اصطلاحی ترجمہ یہ نہیں ہے۔ صحابی سے مراد ہے کہ نبی ﷺ کے بعد عالم انسانیت میں، انسانی کمالات کی انتہا پر پہنچے والا بندہ۔ وہ ایمان ہو، وہ عبادت ہو، وہ خلوص ہو، وہ دردِ دل ہو، وہ امانت ہو، وہ دیانت ہو، وہ اخلاقیات ہوں یا معاملات ہوں، سیاسیات ہوں یا زندگی کا کوئی اور شعبہ، غرض من حیث المجموع، زندگی کے تمام شعبوں میں کوئی غیر صحابی کسی صحابی کی گردِ پا کو نہیں پہنچ سکتا۔

اللہ کے بندوں کی عظمت ہے بھی سہی اور امت مسلمہ اسے تسلیم بھی کرتی ہے۔ ہم جب کسی ایک شخص کی عقیدت اختیار کرتے ہیں یا اسے ولی اللہ مانتے ہیں، تو صدیاں گزر جانے کے بعد اس کی قبر بھی مرجع خلائق رہتی ہے۔ شب و روز وہاں تلاوت قرآن جاری رہتی ہے۔ لوگ وہاں آ کر عبادت کرنا زیادہ برکت کا سبب سمجھتے ہیں اور اس قبر کے قریب بیٹھ کر دعائیں مانگنا زیادہ مقبول گردانتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ کا مقبول بندہ ہے اور یہاں اللہ کی رحمتیں جوش مارتی ہیں۔ اور ان انوارات سے جو اس کی قبر پر نازل ہوتے ہیں ہمیں بھی کوئی حصہ نصیب ہو جائے گا۔

اگر دنیا میں بسنے والے تمام افراد خواتین ہوں یا مرد سب کو ولایت کا اعلیٰ ترین منصب مل جائے، ان سب کے منصب کو یکجا کریں تو جتنی بلندی پر وہ چلا جائے، جتنی دفعہ جمع ہو جائے، حدودِ ولایت میں ہی رہے گا۔ کروڑوں انسان اگر ولی اللہ ہو جائیں اور یقینا بعثتِ عالی سے لے کر، خیر القرون سے لے کر جب ولایت کا دور شروع ہوا اس وقت سے لے کر اب تک کروڑوں نہیں ممکن ہے اربوں ولی اللہ گزرے ہوں ممکن ہے زمین پر لاکھوں اب بھی موجود ہوں۔ اگر ان سب کی عظمت کو ہم یکجا کر سکیں اور کوئی مینار تعمیر کیا جا سکے، وہ جتنا بھی بلند ہوتا جائے اس کی انتہا یہ ہو گی کہ وہ تبع تابعین کے قدموں کو چھو لے گا۔ تبع تابعین کی عظمتیں یکجا کی جائیں تو تابعین کے قدموں تک پہنچے گا اور تابعین کی ساری عظمتیں یکجا کی جائیں تو ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کی گردِ پا کو پہنچے گا۔

> **میں نے ہزاروں بچوں کو پڑھایا لیکن ڈگری لینے کے بعد الوداع کہنے کے لئے کبھی کوئی نہیں آیا۔**

صحابیت کا جو لغوی معنیٰ ہے شائد ہم اس معنیٰ کو سامنے رکھتے ہوئے ہم ایک عام چیز سمجھتے ہیں۔ اصطلاحاً جو کچھ مراد ہے وہ یہ ہے کہ انسان جتنے کمال حاصل کر سکتا ہے بجز نبوت کے ان سب میں ان کا کوئی ہمسر نہیں۔ جن کیلئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ تم جس کا دامن پکڑ لو تم ہدایت پر ہو گے وہ تمہیں اللہ کی بارگاہ میں لے آئے گا، وہ سارے ایک ہی راستہ کے مسافر ہیں۔

ایک عجیب زمانہ جس میں حاضر ہونے والا ہر فرد و بشر شرف صحابیت سے سرفراز ہوا۔ ایک نگاہ میں اسے سارے کمالات حاصل ہو گئے۔ اس کا دل بدل گیا، اس کا ضمیر بدل گیا اور اس کی سوچ بدل گئی۔ وہ قبائل جو لوٹ کر کھانا اپنا روزگار سمجھتے تھے اور قتل و غارت گری جن کا شعار تھا، جسے وہ اپنی بہادری کے طور پر فخریہ پیش کیا کرتے تھے، وہ محنت کر کے کھانے لگے اور اس میں سے دوسروں کو بھی کھلانے لگے۔ جو چوری اور ڈاکے میں مشہور تھے وہ عدل میں معروف ہو گئے۔ جو جہالت میں دنیا بھر میں مشہور تھے، بدویت کا چرچا تھا صحرانوردی کا تھا وہ روئے زمین کے عادل ترین حکمران قرار

پائے۔ سیاسیات اور حکومت کے امور میں بھی وہ سنگِ میل ثابت ہوئے اور جو جو انداز عہد فاروقی میں حکومت کو دیئے گئے، کتنی عجیب بات ہے کہ آج تک کوئی ان پر اضافہ نہیں کر سکا۔ یہ محکموں کی تقسیم، پولیس الگ ہوگی، عدلیہ الگ ہوگی، انتظامیہ الگ ہوگی، فوج چھاؤنیوں میں ہوگی اور وہ الگ ہوگی، بحری بیڑہ الگ ہوگا۔ مختلف شعبوں میں مختلف درجے ہوں گے۔ زمین کی پیمائش ہوگی اور اس کے ضلع، تحصیلیں اور صوبے اور پھر گاؤں اور پھر گاؤں کے ہر فرد کی ملکیت الگ فہرست ہوگی جو حکومت کے علم میں ہوگی۔ یہ سارا وہ نظام ہے جو سیدنا فاروقِ اعظم ؓ نے ترتیب دیا تھا۔

حکومت سازی کے انداز بدلتے رہے، حکمران بنانے کے اصول بدلتے رہے، کہیں شہنشاہیت آئی کہیں جمہوریت آئی، کہیں ڈکٹیٹرشپ آئی لیکن حاکم بننے کے بعد، حکومت کرنے کے لئے سب کو وہی نظام اپنانا پڑا اور پھر مزے کی بات ہے کہ دنیا میں دو باتوں کا ایک عجیب تصور دیا گیا۔ ایک جمہوریت کا اور دوسرا انسانی برادری کا۔

جمہوریت کیا ہے؟ کہ ملک میں بسنے والے ہر شہری کی رائے کی ایک اہمیت ہو۔ سب سے پہلا بنیادی تصور اجتماعی طور پر انسانی برادری کے ایک ہونے کا اللہ اور اللہ کے رسول نے اور اللہ کی کتاب نے دیا ہے۔ لفظ ''الناس'' سب سے پہلے قرآن نے استعمال کیا، اس سے پہلے مغرب والے تھے یا مشرق والے تھے، شمال والے تھے یا جنوب والے تھے، مختلف قومیں تھیں، مختلف ممالک تھے، مختلف قبائل تھے جن میں سے ہر ایک صرف اپنی ہی بات کیا کرتا تھا دوسرے کی فکر کوئی نہیں کرتا تھا۔ یہ فلسفہ دینِ برحق نے دیا......... جس طرح پوری امت کے ذمے لگایا کہ ''اخرجت للناس'' اب الناس میں ایمان کی قید نہیں ہے۔ الناس میں مومن و کافر سب آتے ہیں، ساری اولادِ آدم پر الناس کا اطلاق ہوتا ہے۔

ہر جانے والا ایک خلا چھوڑ جاتا ہے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا خلا دوبارہ پر نہیں ہوتا۔

تو فرمایا کہ تمہاری زندگی یہ ہے کہ تم دوسروں کی بھلائی سوچتے رہو، اس پر عمل کرتے رہو اور اس میں اپنی قوت صرف کرو۔ روزِ اول سے یہی بنیاد رکھی۔

عہد فاروقی میں ویلفیئر سٹیٹ منظم ہو چکی تھی کہ مال زکوٰۃ کس طرح بیت المال میں جمع ہو، تعلیم پر کس طرح خرچ کیا جائے، مفت علاج پر کس طرح خرچ کیا جائے، بے روزگاروں کو وظیفہ کیسے دیا جائے، بیوگان کو اور یتیم بچوں کی سن بلوغت تک کس طرح مدد کی جائے۔ یہ سارے کام عہد فاروقی میں اس ترتیب سے بنے کہ اہل مغرب میں سے سب سے پہلے برطانیہ نے ویلفیئر سٹیٹ بنائی۔ جارج ہفتم کے زمانے میں اس کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کے بعد برطانیہ میں ملکائیں آگئیں۔ جس آدمی نے اس کی بنیاد رکھی مجھے اس کے ایک شاگرد سے ملنے کا اتفاق ہوا جنہوں نے قانون کی ڈگری برطانیہ سے حاصل کی تھی اور اس بزرگ پروفیسر سے پڑھا تھا۔ تو وہ فرمانے لگے کہ ہم صرف چار پانچ پاکستانی تھے اس زمانے میں جنہوں نے وہاں سے لاگریجوایشن کی اور فارغ ہو کر جس دن واپس آنا تھا تو ہم انہیں الوداع کہنے کے لئے احتراماً استاد کے پاس گئے تو پروفیسر صاحب بڑے حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نے اتنی زندگی گزاری اور اب میں ضعیف العمر ہوں، ہزاروں بچوں کو میں نے پڑھایا لیکن ڈگری لینے کے بعد الوداع کہنے کے لئے کبھی کوئی نہیں آیا۔ تم لوگ اس لئے آئے ہو کہ شائد تم مسلمان ہو۔ پھر اس نے بتایا کہ مجھے بادشاہ نے اس کمیٹی کا سربراہ بنایا تھا جس کے ذمہ برطانیہ کو ویلفیئر سٹیٹ بنانے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ تو میں نے بڑے غور سے، بڑی گہری نظر سے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا، اس کی مختلف تفسیریں اور تراجم پڑھے، اس پر بڑی محنت کی۔ پھر میں نے تاریخ سے عہد فاروقی کو نکالا، ان کے نظام کو پڑھا تو مجھے سمجھ آئی کہ قرآن سے تو مجھے اشارے ملے ہیں لیکن ان کی عملی تعبیر فاروق اعظم ؓ نے متعین کر دی۔ لہٰذا

میں نے عہد فاروقی کا نظام جوں کا توں لا کر بادشاہ کے سامنے رکھ دیا۔ فرق صرف یہ رہا کہ اس عہد میں زکوٰۃ فرض تھی اور ان کی آمدن کی مد زکوٰۃ تھی جبکہ ہم نے اپنی آمدنی کی مد مختلف ٹیکسوں پر رکھی۔ زکوٰۃ بھی ایک ٹیکس تھی اور ہم نے اپنی ضرورت کے مطابق ٹیکس لگائے لیکن اس کی ساری تقسیم اسی طرح ہوتی ہے۔

میرے ایک عزیز ہیں جو آجکل لاہور میں ہیں وہ سترہ سال برطانیہ میں رہے۔ اکاؤنٹس سے ان کا تعلق ہے اور اسی شعبے میں رہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ وہ (برطانیہ) اپنی عام زبان میں اس ویلفیئر سٹیٹ کے سسٹم کو دی عمرز لازہی کہتے ہیں۔ جب اس قانون کا حوالہ دینا ہوتو وہ کہتے ہیں کہ :-

This is according to Omer's Laws............so and so. یعنی اسے وہ حضرت عمر فاروق ؓ کے قوانین کے نام سے ہی جانتے ہیں۔

اللہ کا وہ عظیم بندہ جس کے بنائے ہوئے طرزِ حکومت پر کوئی اضافہ نہ کر سکا، جس کے بنائے ہوئے ویلفیئر کے تصور پر کوئی اضافہ نہ کر سکا، اس لئے نہ کر سکا کہ سارا نظام ہی وہ تھا جو اللہ کی کتاب میں نازل ہوا اور صحابہ کا کمال یہ تھا کہ اگر پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے تو بھی قرآن سمجھنا جانتے تھے کہ انہوں نے براہِ راست حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ سے سیکھا تھا۔

شیخین کریمین کا عہدِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ رہا اور وہی برکات اسی طرح بڑھتی رہیں لیکن ایک فرد کے جانے سے.......... کیا فرق پڑتا ہے اللہ کی کائنات کو ایک بندے کے اٹھنے سے.......... لیکن شاید ہر بندہ مختلف ہوتا ہے اور ہر جانے والا ایک خلا چھوڑ جاتا ہے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا خلا دوبارہ پر نہیں ہوتا۔

ایک ہستی اٹھ گئی دنیا سے، ایک ہستی وصال الٰہی پا کر برزخ میں جلوہ افروز ہوئی

صرف ایک ہستی کے پردہ فرمانے سے قیامت تک کے لئے سلسلہ وحی منقطع ہوگیا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ایک فرد کے اٹھنے سے کچھ نہیں ہوتا..........؟

آقائے نامدار حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ اللہ کے رسول تھے، اللہ کے آخری نبی تھے لیکن آپ ﷺ بھی ایک انسان تھے۔ تو انسان تو روز آتے جاتے ہیں۔ کیا فرق پڑا..........؟

اتنا بڑا فرق پڑا کہ وحی الٰہی ختم ہوگئی، قیامت تک کسی پر دوبارہ نازل نہیں ہوگی۔ اللہ کی طرف سے وحی لانے والا جبریل امین جس کی خدمت حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمین پر جلوہ افروز ہونے سے شروع ہوئی اور جو ہمیشہ ہر عہد میں ہر زمانے میں، ہر قوم میں مبعوث ہونے والے انبیاء کی طرف اللہ کی ہدایات لاتا رہا اور کیسا عجیب زمانہ تھا کہ لوگ سوال زمین پر کرتے تھے جواب عرشِ الٰہی سے آتا تھا، بارگاہِ الٰہی سے آتا تھا۔ مسئلہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ عالی میں پیش ہوتا جواب کے لئے جبریل امین تشریف لاتے کہ اللہ کریم اس کا جواب یہ فرما رہے ہیں۔

صرف ایک ہستی کے پردہ فرمانے سے قیامت تک کے لئے سلسلہ وحی منقطع ہوگیا۔ تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ایک فرد کے اٹھنے سے کچھ نہیں ہوتا..........؟

فاروقِ اعظم ؓ بھی ایک فرد تھا، ایک انسان تھا، چھوٹے سے ایک عام عرب قبیلے، بنوعدی کا ایک عام سا فرد، خطاب کا بیٹا، لیکن صحبتِ پیغمبر نے کن عظمتوں اور کن بلندیوں تک پہنچایا، عمر سے فاروق بنا دیا.......... حق و باطل میں امتیاز کرنے والا.......... حق و باطل میں تفریق کرنے والا.......... سچ اور جھوٹ کو الگ الگ کرنے والا.......... ظلم اور انصاف کے درمیان حد فاصل قائم کرنے والا..........۔

ذوالحجہ کے آخر میں آپ زخمی ہوئے۔ زخم اتنے کاری تھے، پیٹ اس بری طرح سے پھٹا تھا، دو دھاری خنجر کے زخم تھے کہ دودھ اگر آپ کے منہ میں ڈالا جاتا تو زخموں سے باہر نکل جاتا۔ حضرت علیہ کرم اللہ وجہہ الکریم ایک یہودی جراح کو لینے کے لئے تشریف لے گئے۔ جب سمجھا کہ حالت بہت

نازک ہوتی جارہی ہے تو ایک معروف جراح جو زخموں میں بہت ماہر تھا، (تلوار کا زمانہ تھا، زخم لگتے تھے اور عجیب وغریب مرہمیں اور طریق جراحت ایجاد تھے اس وقت۔) جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ امیر المومنین کی حالت بہت مخدوش ہے، تم میرے ساتھ چلو۔ اس نے ملازم سے کہا کہ تم میرا گھوڑا تیار کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں۔ اس طرح تو دیر لگ جائے گی۔ تم اپنا یہ بقچہ اٹھاؤ اور میرے پیچھے بیٹھ جاؤ۔

ابھی راستے میں ہی تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا........ گھوڑا روکا......... جراح سے کہا کہ تمہیں تکلیف تو ہوگی لیکن ابھی تم گھر کے قریب ہو، میں تمہیں اتار دیتا ہوں، تم واپس چلے جاؤ، مجھے مدینہ منورہ جلدی پہنچنا ہے۔ اس نے کہا کہ عجیب بات ہے آپ نے وہاں مجھے گھوڑا ابھی نہیں لینے دیا، تیار بھی نہیں ہونے دیا، لباس بھی تبدیل نہیں کرنے دیا اور اب مجھے کہہ رہے ہو کہ واپس چلے جاؤ.........!

فرمایا، تمہاری ضرورت نہیں رہی۔ اس نے کہا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میری ضرورت نہیں رہی۔ فرمایا، یہ جو بکریاں ہیں سامنے دیکھ رہے ہو یہ کسی دوسرے آدمی کی ہیں اور جس فصل میں گھس گئی ہیں یہ کسی اور بندے کی ہے اور یہ دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ فاروق اعظم دنیا سے اٹھ چکے ہیں......... وہ حیران ہو گیا۔ واپس چلا گیا لیکن اس نے وقت نوٹ کر لیا اور جب بعد میں اس نے تصدیق کی اور اسے پتہ چلا کہ واقعی اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس دار فانی سے رخصت ہو چکے تھے تو اس نے کلمہ پڑھ لیا۔

ایک ایک وجود حدِ فاصل تھا نیکی اور برائی کے درمیان۔ ایک وجود کی یہ برکت تھی کہ کسی کا جانور کسی دوسرے کی فصل میں نہیں گھستا تھا۔ اسی لئے نبی کریم صلعم نے آپ کو فاروق کہا تھا۔ وہ عظیم ہستی یکم محرم الحرام کو روضہ اطہر میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئی۔ وہ خاک جس کا رتبہ کائنات سے بڑھ کر ہے۔

> **پیٹ اس بری طرح سے پھٹا تھا کہ وہ اگر آپ کے منہ میں ڈالا جاتا تو زخموں سے باہر نکل جاتا۔**

علمائے حق جب عظمت کی بات کرتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ روئے زمین میں کتنی مساجد، کتنی عبادت گاہیں، کتنے عالی مقامات ہیں جن میں طور جیسے پہاڑ شامل ہیں جہاں ذاتی تجلیات نے چٹانوں کو سرمہ بنا دیا۔ لیکن ساری عظمتیں یکجا بھی کی جائیں تو علماء فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی عظمت اس زمین کی ہے جس پر بیت اللہ ایستادہ ہے۔ یہ مرکز ہے زمین کا، یہ وہ نقطہ ہے جو زمین پر سب سے پہلے تخلیق ہوا اور یہیں سے ساری زمین پھیلائی گئی اور یہ وہ مرکز ہے جس پر ہمہ وقت اللہ کی تجلیات ذاتی متوجہ رہتی ہیں۔ لیکن علمائے حق فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی خاکِ اقدس کا وہ حصہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آرام گاہ ہے وہ اس زمین سے افضل ہے۔ اس لئے کہ اسے نبی اکرم محمد الرسول اللہ ﷺ کا وجود پاک اس مٹی سے مَس کر رہا ہے۔

مقام کی عزت مکین سے ہوتی ہے۔ آپ کیوں پریذیڈنسی کا لحاظ کرتے ہیں، کیوں گورنر ہاؤس کا احترام کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہاں پریذیڈنٹ یا گورنر رہتا ہے۔ پریذیڈنٹ یا گورنر کے دفاتر اگر ان عمارتوں سے ہٹا دیئے جائیں تو پیچھے اینٹیں گارا ہی رہ جاتا ہے۔ مکین جو ہوتا ہے وہ مکان کی عزت بناتا ہے۔ فرمایا، محمد الرسول اللہ ﷺ جہاں جلوہ افروز ہیں زمین کے اس ٹکڑے کے ساتھ کسی کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ وہ خاک ہی ایسی ہے وہ ٹکڑا ہی ایسا ہے منبر اطہر سے لے کر روضہ اطہر تک، فرمایا ''یہ ٹکڑا جو میرے منبر اور میرے حجرہ مبارک کا ہے یہ سارا وہ حصہ ہے جو اللہ نے جنت میں سے کہا ہے۔ آپ ﷺ کے قیام کے لئے اور آپ ﷺ کے آرام کے لئے یہ خطہ جنت سے اتارا گیا۔ آج بھی کلمہ گو چند لمحے ریاض الجنۃ سے فیضیاب ہوتے ہیں جنہیں حج نصیب ہوتا ہے، جو مدینہ منورہ جاتے ہیں۔ الحمد للہ مجھے کئی بار حاضری کا

شرف نصیب ہوا ہے۔

جن سالوں میں مسجد نبوی کی توسیع ہو رہی تھی ان دنوں میں وہاں حاضر تھا۔ جتنی بنیادیں اور ستون بنے، ان ستونوں کی بنیاد بنانے کے لئے بڑے بڑے ماہرین اور انجینئر حضرات وہاں بور کر رہے تھے اور اس کی تکنیک عجیب تھی۔ لوہے کا ایک بہت بڑا پائپ تھا جس پر بنیاد بنی تھی اور اس کے اوپر کئی ٹن وزنی ایک ہتھوڑا سا لگا ہوا تھا اسی سائز کا۔ مشین اسے اوپر کھینچ کر چھوڑتی تھی تو وہ اس کے اوپر زور سے لگتا اور اسے زمین میں ٹھونکتا۔ غالباً وہ ستر ستر فٹ زمین میں اتارے گئے اور آپ مدینہ منورہ کے کسی ہوٹل، کسی مکان یا کسی بھی جگہ ہوں تو ایک شور آپ کو مسلسل سنائی دیتا رہتا کیونکہ صرف ایک جگہ ہی نہیں بلکہ بے شمار جگہوں پر ایک ہی وقت میں کھدائی ہو رہی تھی تو اتنا شور ٹھکا ٹھک، ٹھکا ٹھک۔ مسجد نبوی کی طرف چل پڑیں آپ تو رات دن ان کی ٹھک ٹھک لگی ہوتی تھی۔ لیکن مسجد نبوی کے دروازے سے آپ اندر ہو جائیں تو کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ اس کا تو میں چشم دید گواہ ہوں کہ آپ دروازے سے اندر ہو جائیں تو بندے کو یاد نہیں رہتا تھا کہ باہر کوئی کام بھی ہو رہا ہے۔ یہ کبھی خیال تک نہیں آتا تھا کہ باہر کوئی کام ہو رہا ہے۔ پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔ کوئی آواز، کوئی صدا اجرات نہیں کرتی تھی ان حدود کو عبور کرنے کی جو مسجد نبوی کی ہیں۔

اسی روضہ اطہر میں جگہ ملی سیدنا حضرت فاروقِ اعظم ؓ کو، ابوبکر صدیق ؓ کو اور حضور کی حدیث میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، زمین پر رہیں گے، ان کا وصال ہوگا تو ایک قبر ان کی یہاں بنے گی اور ابھی ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔

آپ کے ارشاداتِ عالی میں موجود ہے کہ قیامت کو ابوبکر ؓ و عمر ؓ اس طرح اٹھیں گے کہ ایک طرف میں ہوں گا اور ایک طرف عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور درمیان میں یہ دونوں ہوں گے۔ یہ ابتدائے سال ہے جو کل

> **ایک وجود کی یہ برکت تھی کہ کسی کا جانور کسی دوسرے کی فصل میں نہیں گھستا تھا۔**

سے شروع ہو رہا ہے۔ حضرت حسین ؓ کی حکایت انشاء اللہ اگلے جمعے دہرائیں گے۔ اس لئے کہ وہ بھی کوئی عام آدمی نہیں تھے۔

دو باتیں قابل توجہ ہیں۔ ایک یہ کہ وہ جگر گوشے تھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے، آپ کا خون مبارک تھا اس وجود اقدس میں اور جس طرح فاروق کا لقب سیدنا عمر فاروق ؓ کو عطا فرمایا اسی طرح شبیر کا لقب حضرت حسین کو عطا فرمایا۔ شبیر سریانی زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنیٰ ہے بہترین انسان، بہترین اخلاق والا آدمی، بہترین کردار والا آدمی، ہر شعبۂ زندگی میں قابل قدر اور انتہائی قیمتی انسان۔ ان کے بارے بھی یہ اللہ کے حبیب صلعم نے فرمایا۔

آپ ﷺ کتنا لحاظ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ نماز پڑھا رہے تھے کہ حضرت حسین ؓ حجرہ مبارک سے نکل آئے۔ آپ سجدے میں تھے اور حضرت حسین ؓ دوش مبارک پر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے سجدہ طویل فرما دیا، تسبیحات پڑھتے رہے تا آنکہ حضرت حسین ؓ از خود پشت مبارک سے اتر نہیں گئے۔ آپ نے سجدہ ختم نہیں کیا۔ جن لبوں کو آپ نے چوما، جس گلو پر آپ نے بوسے دیئے اسے صحرا میں بے دردی سے کاٹ دیا گیا۔ اور یہاں دوسری عجیب بات یہ ہے کہ کاٹنے والے خود کو مسلمان بھی کہتے ہیں۔

فاروق اعظم ؓ کی شہادت فیروز نامی ایک غلام جو مسلمان نہیں تھا کے ہاتھوں ہوئی۔ لیکن حضرت حسین ؓ پر یہ ظلم تو ان لوگوں نے، ان جفا کیشوں نے کیا جو خود کو مسلمان بھی کہتے تھے۔

وقت ختم ہو رہا ہے اور یہ قصہ انشاء اللہ اگلے جمعہ پر رکھتے ہیں۔ بہرحال کوئی بھی قصہ ہو، حاصل سب کا یہ ہے کہ مسلمان وہ ہے جو دوسروں کے لئے جیتا ہے، اللہ کی مخلوق کے لئے جیتا ہے۔ جس کی زندگی بنی نوع انسان کو .... مومن تو مومن، کافر کو بھی نفع بخشتی ہو۔ کسی کو ایمان نصیب ہو جاتا ہے اور کم از کم کسی کو دنیاوی راحت نصیب ہو جاتی ہے۔

اقتباس از "ارشاد السالکین"

امیر محمد اکرم اعوان

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونومن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا. من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ ونشھد ان محمد عبدہ ورسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیمo

یہ چند سطور احباب کی خدمت میں اس غرض سے پیش کی جاتی ہیں کہ کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار ہو کر کوئی بھی شخص ضائع نہ ہو جائے۔ شیطان مردود اپنے کام میں لگا ہوا ہے اور نفس ہر انسان کے ساتھ۔ اپنے لئے، تمام احباب کے لئے اور جملہ مسلمانان عالم کے لئے ان کے شر سے اللہ کی پناہ کا خواستگار ہوں۔

یاد رہے کہ جب بھی کوئی عظیم انسان دنیا سے اٹھتا ہے تو اگرچہ اس کی خالی کردہ جگہ پر نہیں کی جا سکتی۔ مگر اسے ہر کس و ناکس کے لئے خالی بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ورنہ جس قدر عظیم فوائد حاصل ہو رہے ہوتے ہیں ان سے بڑے نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں۔ اللہ کریم ایسی صورت سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ دار دنیا سے پردہ فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مگر یاد رہے کہ حضرت سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے اس دور کے بانی شیخ تھے، ہیں اور رہیں گے۔ نسبت اویسیہ روح سے روح کے مستفید ہونے کا نام ہے اور دنیا ہو یا برزخ، روح سے استفادہ یکساں ہوتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ دنیا میں ہر شخص خدمت عالیہ میں حاضر ہو سکتا تھا۔ اور برزخ میں کسی ایسے آدمی کی ضرورت پیش آ جاتی ہے جو برزخ تک اس کی رہنمائی کرے اور وہاں تک آدمی کو پہنچائے اور ایسا وہی شخص کرتا ہے۔ جو ان حضرات کا خادم یا نمائندہ ہو۔ فیض انہی کا ہوتا ہے مگر اس کی تقسیم اس ایک وجود کے ذریعے ہوتی ہے۔ اسی کو خلیفہ کہا جاتا ہے۔

خلیفہ سے مراد وہ شخص ہوتا ہے۔ جو اس کا قائم مقام ہو اس کی جگہ پر کام کرے اور وہ شخص اسی عزت و احترام کا مستحق ہوتا ہے جو اس کے شیخ کے لئے ضروری ہے کہ یہ عزت اس کی ذات کی نہیں بلکہ اس کے منصب اور مقام کی ہوتی ہے اور یہ طریقہ بھی یاد رکھیں کہ اس کے بعد دوسرے لوگ اس کے خلیفہ کہے جا سکتے ہیں۔ وہ بھی ایک آدمی جو اس کی جگہ آئے اور یہ تب ہو سکتا ہے جب وہ برزخ میں چلا جائے۔ جس طرح سیدنا ابوبکر صدیقؓ خلیفہ رسول ﷺ تھے۔ جب وہ رخصت ہوئے اور حضرت فاروق اعظمؓ سریر آرائے خلافت ہوئے تو آپ کو کسی نے خلیفہ رسول اللہ کہہ کر پکارا۔ آپ نے منع فرما دیا اور فرمایا حضور کا خلیفہ ابوبکرؓ تھا میں تو صدیق اکبرؓ کا خلیفہ ہوں۔ مجھے امیر المومنین کہا کرو کہ میں تمہارا امیر ہوں۔

حضرت جیؒ کی نمائندگی اور غلامی کی سعادت اس فقیر کے حصہ میں آئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ خدا شاہد ہے، زندگی میں کبھی یہ سوچا نہ تھا بلکہ حضرت جیؒ کے ہاتھوں میں مرنے کی آرزو رہی۔ مگر اللہ کی مرضی اس طرح تھی اور اب یہ بہت بڑی امانت ہے خدا اور خدا کے رسول ﷺ اور مشائخ سلسلہ کی، یہ بازیچہ اطفال نہیں ہے۔ میں انشاء اللہ دم واپسیں تک اس کی حفاظت کروں گا اور اللہ سے توفیق کا طالب ہوں کہ اس کی خدمت کا حق ادا کر سکوں۔

حضرت جیؒ نے میرے ساتھ میرے متعدد معاون فرمائے جو میرے دست و بازو ہیں جو اس راہ میں میرے ہمسفر ہیں۔ جن کا کام میری تکالیف بانٹنا، مجھے درست مشورہ دینا، مگر میرے پیچھے چلنا ہے اور اللہ نہ کرے اگر میں گر جاؤں تو جماعت کو سنبھالنا ہے۔ اللہ ایسا وقت نہ لائے کہ سلاسل کی قیادت جنہیں نصیب ہوتی ہے ان کی تربیت بھی کی جاتی ہے اور پھر خصوصی حفاظت بھی کہ اللہ ہی بہتر حفاظت کرنے

والا ہے۔ اس فقیر کی تربیت مدتوں اس خدمت کے لئے کی گئی۔ یہ 63-1962ء کی بات ہے کہ ہم حضرت جیؒ کے ساتھ موہڑہ کورچشم میں مقیم تھے۔ غالباً ہفتہ عشرہ کا اجتماع تھا۔ صبح و شام حضرتؒ خود معمول کراتے تھے۔ حضرت حافظ صاحب، غلام جیلانی صاحب وغیرہ اس وقت کے ساتھی موجود تھے۔ وہاں کے ایک ساتھی تھے جن کا نام غلام سرور تھا وہ حضرتؒ کے بچپن کے ساتھیوں میں سے بھی تھے۔ ایک دن حضرتؒ سے عرض کی کہ حضرت ذکر میں جس قدر انوار آپ پر وارد ہوتے ہیں۔ سارے اس شخص پر جاتے ہیں اور پھر اس سے تقسیم ہو کر باقی ساتھیوں پر پہنچتے ہیں تو حضرتؒ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس وقت یہ بات وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ بائیس سال بعد یہ سیاہ کار ہی حضرتؒ اور طالبین کے درمیان واسطہ رہ جائے گا۔

خیر ان احباب کے بعد کچھ لوگ ہیں جنہیں ذکر کرانے کی اجازت حضرتؒ نے دی تھی مقصد یہ تھا کہ جہاں حضرتؒ تشریف نہ لے جاسکیں وہاں وہ حضرتؒ کی طرف سے داخل سلسلہ کریں اور پھر خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر وہ پیش کر کے قبول کرائیں نہ یہ کہ ہر ایک علیحدہ ایک پیر خانہ قائم کرلے۔ وہ بات اب بھی ویسی ہی ہے۔ اگر کسی جگہ ضرورت ہوئی اور میرے لئے وہاں پہنچنا ممکن نہ ہوا تو یہ خدمت ان حضرات کے ذمہ کی جائے گی۔

ان کے بعد حضرتؒ کے مجازین ہیں۔ جن کی فہرست کے لئے میں ناظم اعلیٰ صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ ساتھ لف کر دیں۔ ان کا اپنا مقام ہے۔ ایک منصب ہے اور کام کرنے کی ایک حد جس سے جملہ حضرات واقف بھی ہیں اور بفضل اللہ اس کی استعداد بھی رکھتے ہیں سب سے میری گزارش یہ ہے کہ اب پہلے سے زیادہ محنت کی ضرورت ہے۔ ذکر کے اوقات کی پابندی اور ذکر کی کثرت ضروری

خلیفہ سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو اس کا قائم مقام ہو، اس کی جگہ پر کام کرے اور وہ شخص اسی عزت و احترام کا مستحق ہوتا ہے جو اس کے شیخ کے لئے ضروری ہے۔

ہے۔ یاد رہے کہ بعض احباب نے اپنی سہولت کے لئے مغرب کے بعد والے ذکر کو عشاء کے بعد کر لیا ہے، ایسا نہ کیا جائے۔ ہاں کوئی مجبوری ہو تو ایک آدھ مرتبہ خیر ہے۔ مگر اسے معمول نہ بنایا جائے کہ مغرب سے عشاء کے درمیان اور سحری کے نوافل کے بعد تمام مشائخ، برزخ سے بھی متوجہ ہوتے ہیں۔ اس لئے ان اوقات کو ضائع نہ کیا جائے۔

اس کے علاوہ حضرتؒ کی مقرر کردہ ایک مجلس منتظمہ ہے جو تنظیمی اعتبار سے جماعت کے معاملات کی ذمہ دار ہے جسے میں تاکیداً عرض کرتا ہوں کہ فعال کردار ادا کریں۔ اور اس نازک وقت میں میرے حقیقی معاون ثابت ہوں۔ اللہ ان سب کو خیر کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی مساعی کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین!

خازن حضرات اور ضلعی امرا حضرات سے ملتمس ہوں کہ اپنے اپنے کام کو مستعدی سے انجام دیں اور جماعت کی استقامت اور ترقی میں معاون ہوں کہ آگے چلنے والوں کی سستی پیچھے آنے والوں کے لئے بعض اوقات ترک سفر جیسی مصیبت لے آتی ہے اور یہ یاد رہے کہ میدان حشر میں صرف اپنی غلطیوں کا جواب بھی ممکن نہیں۔ چہ جائیکہ کسی کی غلطی سے اگر ایک شخص بھی گمراہ ہو گیا۔ تو ایسا شخص پتہ نہیں کیا جواب دے گا۔ اور کہاں پناہ تلاش کر سکے گا۔

تمام احباب سے ملتمس ہوں کہ ذکر کی اس کے اوقات کے ساتھ پابندی کریں اور مجازین حضرات خصوصاً اہتمام سے ذکر کیا کریں۔

دوسرے گزارش ہے کہ اپنے اہل خانہ کو ذکر کرانے کی اجازت ہے کہ عورتوں کا دوسرے گھروں میں جانا مناسب نہیں۔ اس لئے کوشش کریں اور بیوی بچوں کو ذکر کا عادی بنائیں۔ ذاکر پر مشائخ کی خصوصی توجہ رہتی ہے

جو ہمیشہ دونوں عالم میں خیر و برکت کا سبب ہوتی ہے۔ مالیاتی ادارہ پہلے سے مقرر شدہ ہے اور اپریل کے اجتماع میں اس کی تشکیل نو کا ارادہ ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ موثر اور فعال بنایا جائے۔ اللہ ہی توفیق دینے والے ہیں۔

اس کے ساتھ جملہ احباب کو ذکر کے بعد دعا میں سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا شجرہ مبارک پڑھنے کی خصوصی درخواست ہے اور بالالتزام پڑھنے کی خصوصی ضرورت ہے کہ ہم سب کے لئے خیر و برکت کا سبب ہوگا۔ اور میرے لئے بھی موجب رحمت باری تعالیٰ، شجرہ مبارک متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ اور ایک بار پھر نوٹ کرلیں تعلیم کے لئے پیش ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

☆ الٰہی بحرمتِ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

☆ الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر صدیق ؓ

☆ الٰہی بحرمتِ حضرت امام حسن بصری ؒ

☆ الٰہی بحرمتِ حضرت داؤد طائی ؒ

☆ الٰہی بحرمتِ حضرت جنید بغدادی ؒ

☆ الٰہی بحرمتِ حضرت عبیداللہ احرار ؒ

☆ الٰہی بحرمتِ حضرت عبدالرحمٰن جامی ؒ

☆ الٰہی بحرمتِ حضرت ابوایوب حضرت محمد صالح ؒ

☆ الٰہی بحرمتِ سلطان العارفین حضرت اللہ دین مدنی ؒ

☆ الٰہی بحرمتِ حضرت عبدالرحیم ؒ

☆ الٰہی بحرمتِ قلزم فیوضات حضرت العلام اللہ یار خان ؒ

☆ الٰہی بحرمتِ ختم خواجگان خاتمہ فقیر محمد اکرم و من بخیر گرداں وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔ برحمتک یاارحم الراحمین۔

شجرہ مبارک کم از کم ایک بار روزانہ پڑھنے کی استدعا اس لئے ہے کہ میں اپنے آپ کو آپ حضرات کی دعاؤں کا بہت زیادہ محتاج پاتا ہوں۔

حضرت ؒ کے مزار پر بغرض استفادہ ایک حجرہ اور مسجد کی ضرورت ہے۔ جس میں سے مسجد کی تعمیر شروع ہے۔ جس پر تا حال ہماری روحانی والدہ محترمہ کی عطا فرمودہ رقم خرچ ہورہی ہے احباب سے درخواست ہے کہ دارالعرفان کے فنڈ میں عطیات روانہ فرمائیں جس کا اکاؤنٹ نمبر 828 مسلم کمرشل بنک منارہ ضلع جہلم ہے۔

اس کے بعد ان حضرات کی خدمت میں جن کو یہ خیال ہے کہ انہیں میرے واسطے کی ضرورت نہیں اور وہ براہ راست حضرت ؒ سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ گزارش ہے کہ میں ان کو مجبور نہیں کرتا نہ ان کی راہ روک سکتا ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ جن احباب کا تعلق بیعت کا میرے ساتھ ہوگا ان سے ان کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اس سلسلے میں مجلس منتظمہ کے معزز اراکین اور ناظم اعلیٰ صاحب سے درخواست ہے کہ تمام احباب کو اپنی طرف سے مطلع فرمادیں اور خود بھی نوٹ کرلیں۔ نیز ایسے حضرات کو چاہئے کہ پرانے ساتھیوں کو خراب کرنے کی بجائے نئے لوگوں پر طبع آزمائی کر کے دیکھیں کہ کیا وہ مجھ سے کٹ کر کسی کو احدیت بھی کرا سکتے ہیں؟ فنافی الرسول تو بہت دور کی بات ہے۔ اس کے حصول کے لئے تو جان بھی دی جا سکتی ہے۔ خداوند کریم' حضرت ؒ کے لگائے ہوئے ہر ہر پودے کی حفاظت فرمائے۔ میں اس دبستان کا خادم ہوں۔ میرا مال' میرا وقت' میری جان اس خدمت کے لئے وقف ہے انشاءاللہ العزیز مگر یہ سب آبادی کے لئے ہے۔ اگر کوئی ٹہنی کانٹے نکالنے لگے تو دبستان خراب کرنے کی اجازت دینے سے اس کا کاٹ دینا نسبتاً آسان اور زیادہ نفع بخش بھی ہوگا۔

نیز اگر کسی کو یہ دھوکہ لگے کہ حضرات متقدین کے بیک وقت متعدد خلفاء ہوئے ہیں اور اب بھی ہیں تو ان کو یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ ہدایت و ارشاد اور ظاہری طور پر رہنمائی کرنے کے لئے ایک وقت میں متعدد آدمی مقرر ہو سکتے ہیں اور ہر آدمی کو اجازت دی جا سکتی ہے جو کم از کم مسائل ضروریہ سے آگاہی رکھتا ہو۔ لیکن راہ سلوک میں منازل سلوک طے کروانے کے لئے آج کوئی مثال نہیں کہ بہت سے افراد ایک ہی مقام اور مرتبہ رکھتے ہوں بلکہ ہمیشہ کوئی ایک سب سے اوپر اور سب سے آگے رہا ہے اور باقی اس سے پیچھے بھی ترتیب سے رہے ہیں۔

میری یہ گزارشات اچھی طرح سے پڑھ لی جائیں اور جس ساتھی تک پہنچیں وہ دوسروں تک پہنچانے کا اہتمام کرے۔

علاج نبوی اور جدید سائنس

ڈاکٹر خالد غزنوی

پیچش کو دو قسموں میں بیان کیا جاتا ہے۔ پہلی قسم جراثیم سے ہوتی ہے۔ جسے جراثیمی پیچش یا Acute Dysentry کہتے ہیں۔ جب کہ دوسری قسم کو امیبائی پیچش یا پرانی پیچش Amoebic Dysentry کہتے ہیں۔ جراثیم کی موجودگی کے علاوہ ان کی علامات ابتداء ہی سے مختلف ہوتی ہیں۔

جراثیمی پیچش

1897ء میں شیگا کی دریافت کے بعد لوگوں نے پیچش کے جراثیم پر کافی محنت کی ہے۔ اور اب تک 42 اقسام کے ایسے جراثیم معلوم ہو چکے ہیں۔ جو پیچش کا باعث بنتے ہیں۔ ان کے علاوہ بچوں میں ایک قسم Escherichia Coli بھی پائی گئی ہے۔ جس میں مبتلا ہونے والے پاخانہ کے تندرست ہونے کے دس ہفتے بعد تک جراثیم خارج ہوتے رہتے ہیں۔ مریض کی جسمانی نجاستوں پر کھیاں بیٹھ کر جراثیم کو تندرست افراد کی خوراک تک لے جانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ طہارت کے دوران ہاتھوں کو لگے ہوئے جراثیم دوسروں تک جا کر بیماری پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے پیچش سے شفایاب ہونے والوں کو بعد میں بھی جراثیم کش ادویہ دینا ضروری رہتا ہے۔ خاص طور پر اس لئے کہ بعض دوائیں مریض کی علامات کو آسانی سے دور کر سکتی ہیں۔ جیسے کہ دہی میں اسبغول ملا کر دینے سے بیماری کا زور ایک دو دن میں ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن ایسے افراد دوسروں کے لئے مستقل خطرہ کا باعث بنے رہتے ہیں۔ کیونکہ اسبغول سے علامات میں کمی آ جاتی ہے جراثیم نہیں مرتے۔

علامات

جراثیمی پیچش سب کو یکساں شکل میں نہیں ہوتی۔ مختلف مریضوں میں اس کی علامات مختلف ہوتی ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

معمولی قسم

زیادہ طور پر 12-10 دست، بخار یا تو بالکل نہیں ہوتا اور اگر ہو تو بہت کم۔ مروڑ اگر ہو تو برائے نام۔

شدید قسم

فوری طور پر شروع ہوتی ہے۔ تیز بخار گھبراہٹ اور بے قراری، میلی زبان، شدت کی پیاس، بھوک اڑ جاتی ہے۔ بعض مریض دماغی ہیجان کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔

مرکب قسم

دست ایک دن رہتے ہیں اور ان کے ساتھ جسم میں کپکپی کے بعد تیز بخار، سردرد، قے اور اسہال کے ساتھ حد سے زیادہ گھبراہٹ اور بے قراری، پیٹ اندر دھنس جاتا ہے۔ ہاتھ لگانے سے درد ہوتا ہے۔ اجابت پتلی سخت بدبودار اور میلی رنگت والی، بلڈ پریشر کا گرنا اور دل کی کمزوری موت کا باعث بنتے ہیں۔ مروڑ بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

ہیضہ نما پیچش

درجہ حرارت اعتدال سے کافی کم، نقاہت زیادہ، بلڈ پریشر لحظہ بہ لحظہ کم ہوتا جاتا ہے۔ سفیدی مائل پتلے دست بار بار آتے ہیں۔ جن میں خون اور لیس دار Mucos شامل ہوتے ہیں۔

بار بار ہونے والی پیچش

حملہ نہ تو فوری ہوتا ہے اور نہ ہی شدید مگر کمزوری اور اس کے ساتھ تھوڑا بخار یا کبھی درجہ حرارت اعتدال سے بھی گر جاتا ہے۔ اگرچہ دو چار دنوں میں بیماری کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ مگر اسہال بدستور رہتے ہیں۔

مزمن پیچش

کھانے پینے میں معمولی بداعتدالی سے بار بار پیچش اور اسہال ہوتے ہیں۔ اجابت کبھی بھی مکمل نہیں ہوتی۔ پاخانہ ہمیشہ پتلا رہتا ہے۔ جس میں لیس اور پیپ کی معقول مقدار شامل ہوتی ہے۔ کبھی کبھی خون بھی شامل ہو جاتا ہے۔

پیچیدگیاں

جسم سے پانی اور نمکیات کے اخراج کی وجہ سے پانی کی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ خون گاڑھا ہونے کے باعث اس کی گردش کی رفتار متاثر ہوتی ہے۔ آنکھیں اندر کو دھنس جاتی ہیں اور ان کے گرد سیاہ حلقے پڑ جاتے ہیں زبان اور ہونٹ خشک ہونے سے حلق میں کانٹے پڑ جاتے ہیں۔ بلڈ پریشر اور پانی کی کمی سے گردوں میں خرابی، دل کی کمزوری، جوڑوں میں درد، آنکھوں میں سوزش، نمونیہ اور اعصابی دردیں ہو سکتی ہیں۔

علاج

جدید علاج میں درد کے لئے گرم پانی کی بوتل دیتے ہیں۔ اگر اس سے افاقہ نہ ہو تو Baralgin یا Buscopan یا Idarac کی گولی ہر چار گھنٹے بعد دی جا سکتی ہے۔ عام حالات میں مریض کی شدت چار گھنٹے میں ختم ہو جانی چاہئے۔

پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ORS کا محلول تیار کر کے اسے بار بار پلایا جائے۔ اندازہ کر لیا جائے کہ جسم سے پانی کی کتنی مقدار خارج ہو رہی ہے۔ اسی مناسبت سے پانی دیا جائے۔ یہ یاد رہے کہ پانی کی مقدار ایک وقت میں ایک چمچہ سے زیادہ نہ ہو کم مقدار میں پانی زیادہ اچھی طرح جذب ہوتا ہے۔

پانی کی زیادہ کمی اور پیشاب کی بندش کیلئے لوگ ورید کے راستہ نمک اور گلوکوس کا ملا ہوا آب مقطر داخل کرتے ہیں۔ لاہور کارپوریشن کے شفاخانہ امراض متعدی میں ہر سال ہیضہ، پیچش، اسہال کے ہزاروں مریض داخل ہوتے ہیں۔ جہاں پر ہم نے دیکھا ہے کہ ورید میں داخل ہونیوالے پانی کی مقدار اور اس میں نمک کا تناسب مریض کی زندگی بچانے میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس ہسپتال میں حاجی غلام صادق مرحوم 40 سال ڈسپنسر رہے اور ڈاکٹر طاہر زیدی 3 سال معالج رہے۔ یہ لوگ ہر مریض کی حالت اور ضرورت کے مطابق ورید میں دیئے جانے والے پانی کی مقدار اور نوعیت کا فیصلہ کرتے تھے۔ ڈاکٹر زیدی بتاتے ہیں۔

اسہال کی وجہ سے پانی کی کمی کا شکار ایک صاحب داخل ہوئے۔ ان کو ایک بوتل معتدل نمک کا پانی دیا گیا۔ ان کو ہماری صلاحیت پر یقین نہ تھا۔ وہ باہر سے ایک مشہور پروفیسر صاحب کو اضافی مشورہ کے لئے لائے۔ ان پروفیسر صاحب نے ہدایت کی کہ مریض کو نمک کا 2% پانی دیا جائے۔ حاجی غلام صادق کے مشورہ پر ڈاکٹر زیدی نے لواحقین کو بتایا کہ ہم مطلوبہ مقدار میں نمک دینے پر تیار ہیں۔ انجام کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔ پروفیسر صاحب کی تحریری ہدایت پر ورثا کی تحریر کے بعد 2% نمک دے دیا گیا۔ مریض دو گھنٹے بعد مر گیا۔

ہم نے بھی کچھ عرصہ اس ہسپتال کی سربراہی کی ہے اور ہمارا تجربہ بلکہ اس کا تتمہ یہ ہے کہ ورید کا راستہ مجبوری کے بغیر اختیار نہ کیا جائے۔ اگر منہ کے راستے گنجائش ہو تو اس خطرناک ترکیب سے اجتناب کیا جائے اور یہ بھی اس شکل میں ہو کہ فیصلہ کرنے والے کو ورید میں دیئے جانے والے محلول کی قسموں اور جسمانی اثرات کا طویل تجربہ اور واقفیت حاصل ہو۔

آنتوں کی سوزش کو دور کرنے کے لئے Kaolin کا محلول مفید ترین چیز ہے۔ اسے پانی میں گھول کر چمچہ چمچہ کر کے تندرستی تک مسلسل دیتے رہنا ایک اچھا طریقہ ہے۔ اگر بازاری ادویہ دینی ہوں تو Kaostop۔ Streptomagma -Furadil میں سے کسی کا انتخاب کیا جا سکتا ہے۔

اگر دیسی طریقہ علاج پسند ہو تو دہی اور اسبغول دینے میں کوئی حرج نہیں۔ عرق بید مشک یا عرق سونف کا بار بار دینا یکساں مفید ہے۔ جراثیم کو ہلاک کرنے کے لئے جو ادویہ استعمال کی جاتی ہیں ان میں سے اکثر کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ البتہ ہمارے ذاتی مشاہدے میں جو زیادہ مفید معلوم ہوئیں ان میں Sulphaguandine سب سے عمدہ تھی۔ 1947ء کی وباء میں ہمارے پاس یہی ایک ہتھیار تھا۔ پروفیسر پیرزادہ اس کی 12 سے 20 گولیاں ایک ہی وقت میں دے کر آئندہ ادویہ کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے بدقسمتی سے اب یہ دوائی پاکستان میں ادویہ کی فہرست سے خارج کر دی گئی ہے۔

اس کے بعد Sulphonamides میں سے جو بھی مل جائے غنیمت ہے۔ ورنہ کیولین میں سٹرپٹومائی سین ملا کر دینا بھی مفید ہے۔ مریض کو روزانہ

ایک گرام کا محلول پلا پانی دینا کافی ہوتا ہے۔ Erythrocin 500mg کی ایک گولی صبح شام 3 دن دینا بڑا مفید پایا گیا البتہ دوسرے معالج Tetracyclin Ampicillin اور Septran کے بڑے معترف ہیں۔ برطانوی ماہرین Ciproflaxicin کو 100 گنا بہتر قرار دیتے ہیں پاکستان میں یہ دوائی حال ہی میں آئی ہے۔ شہرت بڑی اچھی ہے بلکہ اسے تپ محرقہ کیلئے بھی بہترین سمجھا جا رہا ہے۔

طب نبوی

پیچش، اسہال، تپ محرقہ اور ہیضہ معدہ اور آنتوں کی ایسی سوزشیں ہیں جن کا اسلوب ایک ہے۔ اور عام طور پر علاج میں کوئی خاص فرق نہیں۔

پوری تفصیل انہی بیماریوں کے علاج کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے۔

پیٹ کی تمام بیماریوں اور خاص طور پر جراثیم کی وجہ سے ہونے والی سوزشوں میں شہد مفید ترین دوائی ہے کیونکہ یہ

1- جراثیم کش ہے۔

2- پانی اور نمکیات کی کمی کا بہترین علاج ہے۔

3- کمزوری کا بہترین علاج ہے۔

4- پیشاب آور اور دافع ورم ہے۔

اگر کوئی اور دوائی نہ بھی دی جائے تب بھی بار بار شہد دینا ہی کافی رہتا ہے۔ کیونکہ یہ بیماری کی ہر کیفیت کا حل ہے۔

درخواست برائے دعائے مغفرت

پروفیسر علی صفدر صاحب نے اطلاع دی ہے کہ اٹک جماعت کے ساتھی استاد عبدالغنی کی ہمشیرہ صاحبہ قضائے الٰہی سے فوت ہوگئی ہیں۔ قارئین سے ان کی دعائے مغفرت کے لئے درخواست ہے۔

حاجی عنایت اللہ بوچھال کلاں کے بھائی ملک ریاض احمد حاجیوں کی بس کو حادثہ کے نتیجہ میں سعودیہ میں فوت ہوگئے ہیں۔ قارئین سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ملک محمد نعیم PAF والے بوچھال کلاں کے بھائی ماسٹر اللہ خان قضائے الٰہی سے فوت ہوگئے ہیں۔ ساتھیوں سے ان کی مغفرت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی غلام رسول ولد محمد اسحٰق ساکن دھنز تحصیل کھاریاں ضلع گجرات 16 اپریل 2002ء رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان کے خطبات سے اقتباسات پر مشتمل نئی کتاب

شائع ہو چکی ہے

قیمت : 150 روپے
ساتھیوں کیلئے رعایتی قیمت : 100 روپے

منگوانے کا پتہ

الخیر پبلیکیشنز

فون: (92)041-668819

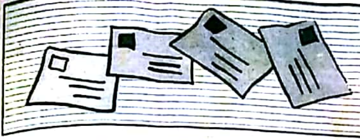

مراسلات

☆......تحفۃ اللہ خان مروت (ڈیرہ اسماعیل خان) نے لکھا ہے کہ آج کل بہت سے لوگ دینی مسائل سے ناواقف ہیں۔ ''المرشد'' میں دینی مسائل کے بارے کچھ صفحات مخصوص کریں اس کی اشد ضرورت ہے۔

O......مروت صاحب! لوگ اپنے دینی مسائل حضرت جی سے عام طور پر خطوط لکھ کر یا ذاتی طور پر ملاقات کے دوران ڈسکس کرتے رہتے ہیں۔ آپ بھی حضرت جی سے جوابی لفافہ لکھ کر راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر آپ ہمیں لکھنا چاہیں تو ہم آپ کے دینی مسئلہ پر حضرت جی سے رائے لیکر ''المرشد'' میں شائع کر دیں گے.......... دیکھ لیں جیسے آپ کو سہولت ہو۔

☆......پروفیسر علی صفدر (اٹک) نے رسالہ کے معیار کی تعریف کی ہے اور ایک فوتیدگی کی اطلاع دی ہے۔

O......''المرشد'' کے معیار پر مطمئن ہونے کا شکریہ۔ مغفرت کے لئے ایک علیحدہ کالم میں قارئین سے درخواست کر دی گئی ہے۔

☆......ڈاکٹر محمد آصف اعوان (کلر کہار) ''المرشد'' ماشاءاللہ بہت اچھا جا رہا ہے۔ آپ قرآن کریم کے متعلق معلومات کے بارے میں جو کتاب شائع کر رہے ہیں ہمیں اس کا شدت سے انتظار ہے کب تک ہمیں مل سکے گی۔ دو فوتیدگیوں کی اطلاع برائے دعائے مغفرت بھجوا رہا ہوں۔ ''المرشد'' میں شائع کر دیں۔

O......اعوان صاحب! ''المرشد'' کی پسندیدگی کا شکریہ.......... جونہی کتاب چھپی اس کی اطلاع بذریعہ ''المرشد'' کر دی جائیگی۔ دعائے مغفرت کیلئے علیحدہ سے قارئین سے درخواست شائع کر دی گئی ہے۔

☆......شازیہ زاہد (عبدالحکیم) ''المرشد'' کے لئے دو نظمیں بھجوا رہی ہوں۔ شائع فرما کر مشکور فرمائیں۔

O......بہن شازیہ آپ کی نظموں کا ایک ایک شعر قارئین کے پیش خدمت ہے۔

کفر کو ناز ہے طاقت پر ہم نازاں ہیں اللہ پر
کلمہ حق لکھیں گے میدان میں فدا ہو کر

ہم پر رب نے کرم فرمایا ہے مردِ مومن کے در تک پہنچایا ہے
اس ظلم و ستم کے دور میں بھی جس نے حق کا دیپ جلایا ہے

O......ہمیں لاہور آفس کی جانب سے کچھ کاغذات ملے ہیں جن میں نعتیں اور مسلمانوں کی حالت زار کی بات کی گئی ہے۔ ان خطوط پر مارچ 2002ء لکھا ہوا ہے۔ خط لکھنے والے کا نام تحریر نہیں ہے۔ اگر ان خطوط کے لفافے بھی ساتھ ہوتے تو شاید ان پر خطوط لکھنے والوں کے نام ہوتے۔ بہرحال اکنالجمنٹ کے طور پر ہم ان کو یہاں درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے مراسلات پر اپنے نام ضرور لکھا کریں۔ لاہور آفس سے بھی درخواست کریں گے کہ وہ لفافوں سمیت قارئین کے خطوط ہمیں پہنچایا کریں۔

نعت (1)

آپ کے نور سے رہے گا تا ابد روشن جہاں ہمارا
خزانہ رحمت اور فیض کا سمندر حضور ہیں

(2)

سنورتا رہے گا زمانہ افکار نبی سے
آپ ہیں ماہ کامل آسماں کے سینے میں

(3)

ماہ کامل آپ کی چشم رحمت کا عکس ہے
جہاں نما آپ ہیں وہ روشنی وہ معرفت دیجئے

O......مضامین (1) عنوان: معذرت کے ساتھ: آج کی نفسانفسی کی زندگی اور مغربی تہذیب کی یلغار کا ذکر کیا گیا ہے اور اسلامی تہذیب اپنانے پر زور دیا گیا ہے۔ مضمون کا صرف ایک ہی صفحہ ملا ہے۔

(2) ان کہی بات کا درد:

بھارت کے مسلمانوں پر ہندوؤں کی یلغار اور مسلمانوں کی بے بسی اور بے کسی کا اظہار کیا گیا ہے اور اسلامی قوانین پر عمل کرنے کی درخواست کی گئی ہے تا کہ قوم اس پستی سے نکل سکے۔

O......جانباز تاج ولی تاج (مردان) نے ''علاج قلب'' کے عنوان سے ایک مضمون بھیجا ہے۔ تاج ولی صاحب لکھتے ہیں کہ جس طرح دیگر حواس خمسہ سے ہم کام لیتے ہیں اور ان کی خرابی پر متفکر ہوتے ہیں اسی طرح ہمیں اللہ کو محسوس کرنے والے آلہ کی طرف توجہ دینی چاہئے اور اگر وہ کام نہ کر رہا ہو تو فکر مند ہونا چاہئے اور کسی شیخ کامل سے اس کا علاج کروانا چاہئے تا کہ بندے میں اصلاح احوال کی طلب پیدا ہو۔

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دار العرفان منارہ ضلع چکوال

شیخ المکرم حضرت مولانا اللہ یار خانؒ

-1	تعارف (اردو)	10.00
-2	تعارف	10.00
-3	دلائل السلوک (اردو)	100.00
-4	دلائل السلوک (انگریزی)	100.00
-5	حیات النبی ﷺ	25.00
-6	حیاتِ برزخیہ (اردو)	100.00
-7	حیاتِ برزخیہ (انگریزی)	20.00
-8	اسرار الحرمین	25.00
-9	مکتوبات	50.00
-10	علم وعرفان (اردو)	10.00
-11	علم وعرفان (انگریزی)	15.00
-12	عقائد وکمالات علمائے دیوبند	20.00
-13	سیفِ اویسیہ	25.00
-14	تفسیر آیاتِ اربعہ	25.00
-15	الدین الخالص	50.00
-16	ایمان بالقرآن	35.00
-17	تحریر المسلمین عن کید الکاذبین	100.00
-18	تحقیق حلال وحرام	25.00
-19	حرمت ماتم	15.00
-20	ایجاد مذہب شیعہ	25.00
-21	شکست اعدائے حسینؓ	15.00
-22	داماد علیؓ	20.00
-23	بنات رسول ﷺ	10.00
-24	الجمال والکمال	15.00
-25	نفاذ شریعت اور فقہ جعفریہ	40.00
-26	فقہ جعفریہ کی تاریخی سرگذشت	15.00
-27	فقہ جعفریہ کی تاریخ	10.00
-28	عقیدہ امامت اور اسکی حقیقت	20.00
-29	شیعہ مذہب کے بنیادی اصول	15.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

-1	غبارِ راہ اول	130.00
-2	غبارِ راہ دوئم	50.00
-3	ارشاد السالکین اول	25.00
-4	ارشاد السالکین دوئم	10.00
-5	لطائف اور تزکیہ نفس	5.00
-6	دیارِ حبیب میں چند روز	15.00
-7	نور و بشر کی حقیقت	5.00
-8	حیاتِ طیبہ (انگریزی)	15.00
-9	کنز الطالبین خاص	150.00
-10	راہی کرب وبلا	10.00
-11	عصر حاضر کا امام	10.00
-12	حضرت امیر معاویہؓ	20.00
-13	طریق نسبتِ اویسیہ	250.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی (شاعری)

-1	گردِ سفر	30.00
-2	نشانِ منزل	60.00
-3	متاعِ فقیر	100.00
-4	آس جزیرہ	100.00
-5	دیدۂ تر	150.00
-6	کون سی ایسی بات ہوئی	120.00
-7	سوچ سمندر	180.00

پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب

-1	انوار التنزیل	15.00
-2	چراغ مصطفوی ﷺ	40.00
-3	اطمینان قلب	40.00
-4	تصوف وتعمیر سیرت (اردو)	30.00
-5	تصوف وتعمیر سیرت (انگریزی)	30.00
-6	تجلیات	30.00
-7	کس لئے آئے تھے (اردو)	25.00
-8	کس لئے آئے تھے (انگریزی)	25.00
-9	بزم انجم	25.00
-10	کونو عباد اللہ	10.00
-11	عظمت صحابہؓ	10.00
-12	ذکر اللہ (اردو)	10.00
-13	ذکر اللہ (عربی)	10.00
-14	لغزشیں	25.00
-15	مغالطے	20.00
-16	ٹھوکریں	5.00
-17	الجھنیں	30.00
-18	قرآن حکیم اور دعوت وتبلیغ	15.00
-19	فقہ اور ہماری زندگی	15.00
-20	والناس	10.00
-21	خدایا ایں بار دگر کن	20.00
-22	تصوف کی پہلی کتاب	10.00
-23	تصوف کی دوسری کتاب	15.00
-24	تصوف برائے انٹرمیڈیٹ	25.00
-25	دین ودانش	25.00
-26	اسلامی تہوار	10.00

ادارۂ نقشبندیہ اویسیہ

-1	ہشت روزہ کورس	70.00
-2	سہ ہفتہ کورس	125.00
-3	پنج ہفتہ کورس	150.00
-4	پیشین گوئیاں	15.00
-5	لائحہ عمل (اردو)	5.00
-6	لائحہ عمل (انگریزی)	5.00
-7	اسلام اور تہذیب جدید (اردو)	120.00
-8	اسلام اور تہذیب جدید (انگریزی)	100.00

ملنے کا پتہ

اویسیہ کتب خانہ، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ

ٹاؤن شپ لاہور فون: 5182727

تصوف کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے، اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آثار صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

تصوف کیا نہیں؟

تصوف کے لئے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے نہ قبروں پر سجدہ کرنے، نہ ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیا اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرور کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

(اقتباس دلائل السلوک)

مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ